صحیح اور مستند روایات پر مشتمل

تاریخ خلفائے راشدین

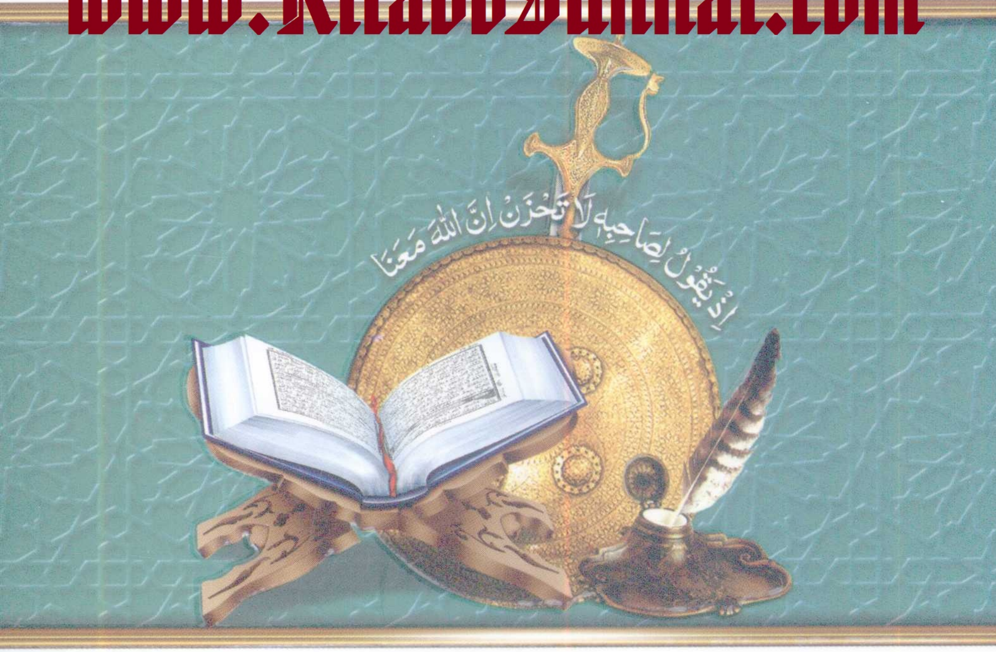
إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

سیرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ابو نعمان سیف اللہ خالد

دار الاندلس
Dar-ul-Andlus

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

اللہ

کے نام سے شروع کرتا ہوں

جو بڑا ہی مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے

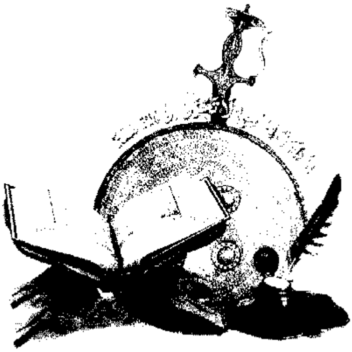

صحیح اور مستند روایات پر مشتمل

تاریخ خلفائے راشدین

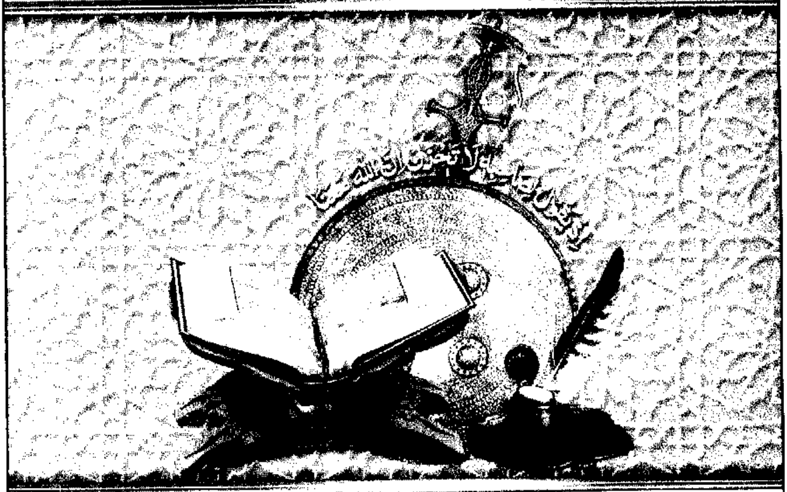
اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا

سیرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تالیف: ابو نعمان سیف اللہ خالد

تحقیق وتخریج: ابوالحسن سید تنویر الحق تہذیب وتسہیل: ابو عمر محمد اشتیاق اصغر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سیرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تالیف: ابونعمان سیف اللہ خالد

تحقیق وتخریج: ابوالحسن سید تنویر الحق تہذیب وتسہیل: ابوعمر محمد اشتیاق اصغر

سرورق .... راشد امین
تزئین .... محمد شفیق، ظہیر الدین بابر
کمپوزنگ .... حافظ نعمان خالد

Dar-ul-Andlus

دار الاندلس
4-لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37242314
مین یونیورسٹی روڈ بالمقابل سفاری پارک گلشن اقبال کراچی +92-21-34835502

فہرست

- عرض ناشر
- عرض مؤلف

باب 01 ولادت تا ہجرت مدینہ

- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے القاب
- ① عتیق
- ② صدیق
- ③ صاحب
- تاریخ پیدائش
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والدین
- والد
- والدہ
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیویاں
- ① قتیلہ بنت عبدالعزیٰ
- ② ام رومان بنت عامر رضی اللہ عنہا
- ③ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا
- ④ حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد
- ① عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما

- ② عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما
- عبداللہ بن ابوبکر کی نبی ﷺ کے حلّہ میں کفن کی خواہش اور ترک
- ③ محمد بن ابوبکر
- ④ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما
- ⑤ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
- ⑥ ام کلثوم بنت ابوبکر
- خاندانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا منفرد اعزاز
- قبل از اسلام ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شہرت
- علم انساب کے ماہر
- جود و سخا اور مہمان نوازی
- تجارت
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
- مکہ کے دورِ ابتلا میں عظیم کردار
- نبی ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے
- نئے مسلمانوں کی تعلیم اور تکریم کا فریضہ ادا کرتے ہوئے
- ستم رسیدہ غلاموں کی آزادی میں کوشاں
- غلاموں کو آزادی دلانے کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پہلی ہجرت
- رسول اللہ ﷺ سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح
- ہجرتِ مدینہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ
- ہجرت مدینہ میں سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہما کا کردار
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کفار مکہ پر اظہار افسوس

- سیدنا عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کا کردار
- عامر بن فہیرہ مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ کا کردار
- راستہ بتلانے کے لیے ماہر گائیڈ کا اہتمام
- ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غار میں بھی نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی فکر
- سراقہ کا تعاقب اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی حفاظت کے لیے مستعد
- مدینہ منورہ آمد پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کردار
- مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے شاندار مناظر
- خضاب کا استعمال
- اپنی بیوی ام بکر کو طلاق دینا
- مدینہ منورہ پہنچ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخار آنا
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بخار آنا

جہادی میدانوں میں

- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میدانِ جہاد میں
- جنگی معرکوں کی قیادت کرتے ہوئے
- ابوبکر رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں
- سب سے پہلے جہاد کے حق میں مشورہ دینے والے
- فتح ونصرت کی بشارت اور رسول اللہ ﷺ کے پہلو بہ پہلو قتال
- اسیرانِ بدر کے بارے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے
- صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ میدانِ اُحد میں
- کفار کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پیش قدمی
- صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں

- بیت اللہ کی طرف پیش قدمی کا مشورہ
- مصالحانہ گفتگو کے دوران سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غیرتِ ایمانی
- مزاج شناس رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
- ابوبکر رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کے پہلے علم بردار
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سریہ نجد میں
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سریہ بنوفزارہ میں
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غزوۂ ذاتِ السلاسل میں
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فتح مکہ میں
- مکہ پر چڑھائی کا معاملہ صیغۂ راز میں رکھا گیا
- ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام
- ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی داڑھی کو رنگنے کا حکم
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین میں
- ابوبکر رضی اللہ عنہ کی میدانِ حنین میں ثابت قدمی
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- غزوۂ تبوک اور اللہ کی راہ میں مال کا عطیہ
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے لیے بارش کی دعا کی درخواست
- صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بحیثیت امیرِ حج
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں

باب 03 مدنی معاشرے میں کردار اور بعض فضائل

- مدنی معاشرے میں کردار اور بعض فضائل
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور نمازِ جمعہ کی آیت

- احترام رسول ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ
- رسول اللہ ﷺ کا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کبر و غرور کی نفی فرمانا
- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا زہد و ورع
- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خشیت
- نفاق کا خوف اور اس سے بیزاری
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے داعی
- مہمانوں کی عزت و تکریم کرنے والے
- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فاقے کا ایک واقعہ
- اے آل ابی بکر! یہ تمھاری پہلی برکت نہیں ہے
- رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حمایت
- نبی ﷺ کا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر بے مثال اعتماد
- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غصے پر قابو رکھنے کی نبوی نصیحت
- نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب عائشہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما
- زبانِ نبوت سے جنت کی بشارت
- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جنت کے تمام دروازوں سے پکارا جائے گا
- نبی ﷺ کی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے علم کی بشارت
- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی موجودگی میں معبر
- نبی ﷺ کی موجودگی میں مصلی نبوی ﷺ پر
- واقعۂ افک اور خاندانِ صدیق کا کردار
- کیوں نہیں، واللہ! یقیناً میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے
- اعلان براءت پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر کا بوسہ لینا
- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ادعیہ

سیرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

- نماز میں آخری تشہد کی دعا
- صبح وشام کی دعا
- وفاتِ نبوی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- وفات نبوی کا اشارہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو
- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام نہ بنانے کی درخواست کرنا
- حکم نبوی کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائیں
- نبی ﷺ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھنے والوں پر اظہارِ مسرت
- رسول اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کو بوسہ دینا
- حادثہ دل فگار کی ہولناکی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا موقف

خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

- خلافت صدیقی کے اشارات احادیث نبوی ﷺ میں
- اگر میں نہ ملوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس حاضر ہونا
- میرے بعد ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتدا کرنا
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کے مختصر ہونے کا اشارہ
- مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو مسند خلافت نہیں دیں گے
- ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے
- سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت
- صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعتِ عام
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبۂ خلافت
- ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت
- علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

- میراثِ نبوی ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معاشی حالت
- نصاب زکوٰۃ کے بارے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مفصل روایت
- اونٹوں کی زکوٰۃ
- بکریوں کی زکوٰۃ
- چاندی کی زکوٰۃ
- زکوٰۃ میں ایک برس کی اونٹنی دینا ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو
- جدا جدا مال اکٹھے نہ کیے جائیں اور جو اکٹھے ہوں وہ جدا جدا نہ کیے جائیں
- دو حصے دار زکوٰۃ کا خرچہ حساب سے برابر برابر ایک دوسرے سے مجرا کر لیں
- زکوٰۃ میں بوڑھا یا عیب دار یا نر جانور نہیں لیا جائے گا
- زکوٰۃ کا مضمون جہاں ختم ہوا وہاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہر لگا دی
- خلافتِ عثمانی میں مہر نبوی گم ہوگئی
- بحیثیتِ خلیفۂ رسول اصلاح معاشرہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کردار
- خلیفۂ رسول اور سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت
- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک گستاخ رسول کی سزا
- جاہلیت کی رسمیں مٹا دینے والے
- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اہتمام
- اگر سورج نکل آتا تو ہمیں غافلوں میں سے نہ پاتا
- مسنون نماز کی عملی تربیت کرتے ہوئے
- اخلاقِ حسنہ اور عاداتِ سیئہ کے حوالے سے ترغیب و ترہیب
- حیا کی رغبت دلاتے ہوئے
- لشکر اسامہ کی روانگی

- فتنۂ ارتداد سے متعلق نبوی پیش گوئیاں
- ارتداد کے اسباب
- دورِ نبوی کے اخیر میں ارتداد
- مرتدین کے متعلق صدیق اکبر ؓ کا موقف
- مسیلمہ کذاب اور جنگ یمامہ
- معرکۂ یمامہ میں مسیلمہ کے لشکر کا مقابلہ کرنے والے ثابت بن قیس ؓ
- مسیلمہ کذاب جہنم رسید
- قرآن کی جمع و تدوین
- سیدنا ابوبکر ؓ کی وفات
- موت کو یاد کرتے ہوئے
- موت کی بے ہوشی کا تذکرہ
- سیدنا سلمان فارسی ؓ کو وصیت کرتے ہوئے
- خلیفۂ رسول کے گھر کا اثاثہ
- سیدنا عمر ؓ کی نامزدگی
- پرانے کپڑوں میں کفن کی وصیت
- تریسٹھ سال کی عمر میں وفات
- مدت خلافت
- ابوبکر ؓ اور صحابہ کے تعریفی کلمات
- سیدنا علی ؓ
- سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ
- سیدنا ربیعہ بن کعب ؓ
- سیدنا عمر بن خطاب ؓ

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ!

جس طرح ہدایت اس کائنات میں سب سے بڑا آسمانی تحفہ ہے اسی طرح نبوت بھی انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ خاتم النّبیین سیدنا محمد ﷺ کے محاسن امتِ مسلمہ کے لیے اسوۂ حسنہ اور اعلیٰ اخلاق کا منبع و سرچشمہ ہیں۔ قرون اولیٰ میں صحابہ کی جماعت نے اتباع رسول ﷺ میں نظم و ضبط کی روشن اور درخشاں مثالیں قائم کیں۔ آپ ﷺ کی مجالسِ تعلیم سے تربیت یافتگان کو قرآن میں کہیں "أُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ" (وہی لوگ ہدایت پر ہیں)، کہیں "أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (وہی لوگ کامیاب ہیں) اور کہیں "أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ" (وہی لوگ ہدایت پر ہیں) کہا گیا۔ یہ خصائص و امتیازات نفوسِ قدسیہ کی جماعت کو نصیب ہوئے ہیں، اگر ایک طرف رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی کوئی دوسری مثال دکھائی نہیں دیتی تو دوسری طرف اصحابِ رسول ﷺ سے بہتر کوئی جماعت بھی دکھائی نہیں دیتی۔ دنیا کی کوئی شخصیت یا ادارہ ایسی مثالی جماعت پیش نہ کر سکا کہ جنھیں یہ سند حاصل ہو کہ "اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔" جن کے مقام و مرتبہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ)) [ابن ماجه : ٤٢] "تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرنا۔"

جماعتِ صحابہ میں سے خاص طور پر وہ ہستیاں جنھوں نے آپ ﷺ کے بعد اس امت کی زمامِ اقتدار، امارت، قیادت اور سیادت کی ذمہ داری سنبھالی، امور دنیا اور نظامِ حکومت چلانے کے لیے ان کے اجتہادات اور فیصلوں کو شریعتِ اسلامی میں ایک قانونی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔

ان بابرکت شخصیات میں سے خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے اعلیٰ مرتبے اور بلند منصب پر فائز تھے اور ایثار و قربانی اور صبر و استقامت کا مثالی نمونہ تھے، انھوں نے فتنۂ ارتداد، مانعینِ زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوت جیسے فتنوں کا قلع قمع کیا۔ ان کے فہم و فراست اور بصیرت و حکمت

پر مبنی فیصلوں نے نوخیز خلافت و امارت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔ ان کا نظامِ حکومت اور عہدِ زریں دنیا کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

تاریخ اسلام ان کی خدمات اور کارناموں سے بھری ہوئی ہے، بعض مؤرخین اور سوانح نگاروں نے ان بلند پایہ اور عظیم شخصیات کے بابرکت، روشن اور سنہری ادوار میں پیش آمدہ حالات و واقعات کو تحقیق اور ثقاہت کا لحاظ رکھے بغیر تحریر کیا ہے۔ عرصہ دراز سے شدت کے ساتھ اس امر کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ان پاک باز اور مبارک ہستیوں کی خدمات، کارنامے اور ان کے عہدِ زریں کی حقیقی اور سچی تصویر معتبر روایات اور مستند احادیث کی روشنی میں امت کے سامنے پیش کی جائے، تا کہ عام لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات اور اعتراضات کا ازالہ ہو سکے۔ یہ انتہائی لائقِ تحسین اور قابل قدر کام فاضل دوست ابونعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ نے مکمل کیا ہے۔ انھوں نے "تاریخ خلفائے راشدین" مرتب کرنے کے لیے صحیح اور مستند روایات کو بنیاد بنایا ہے۔ فاضل مصنف نے صحیح ترین مآخذ اور مراجع سے معتبر روایات کا انتخاب کر کے ایامِ خلافتِ راشدہ کی حقیقی اور صحیح تصویر قارئین کے سامنے پیش کی ہے۔

زیر نظر کتاب "سیرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ" ایک نادر الوجود اور بیش قیمت تحفہ ہے، جسے "دارالاندلس" کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کی تحقیق و تخریج کا کام سید ابوالحسن تنویر الحق شاہ صاحب نے سر انجام دیا اور اس میں موجود احادیث و روایات کے متون اور عبارتوں کی اصل مآخذ کے ساتھ مراجعت و مطابقت اور تہذیب و تسہیل کا محنت طلب اور مشقت والا کام ابو عمر محمد اشتیاق اصغر نے کیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت اور قدر و منزلت میں دو چند اضافہ ہوا ہے۔ اس کی پروف خوانی حافظ سعید الرحمٰن اور حافظ احمد معاذ اصغر نے کی ہے۔ علاوہ ازیں ترتیب و تزئین ابو خزیمہ محمد شفیق اور ظہیر الدین بابر نے کی اور کمپوزنگ حافظ نعمان خالد نے کی ہے۔

اللہ تمام احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مصنف کے لیے اسے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین!

محتاج دعا
جاوید الحسن صدیقی
مدیر دارالاندلس
۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

عرض مؤلف

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، أَمَّا بَعْدُ!

کچھ عرصہ پہلے جب میں نے ”تفسیر دعوۃ القرآن“ مرتب کی اور اس میں اس بات کا خاص اہتمام کیا کہ ضعیف وموضوع اور بے سروپا اسرائیلی روایات سے اجتناب کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے اس میں کامیابی بھی نصیب ہوئی، تو اسی وقت میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور عزم بھی کیا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد آنے والے خلفائے راشدین کی تاریخ اور سیرت کو بھی ضعیف اور موضوع روایات اور مستشرقین، سیکولر طبقے اور روافض وغیرہ کی ہرزہ سرائیوں سے بچتے ہوئے منہج اہلِ سنت کے مطابق رطب ویابس سے پاک کر کے قارئین کے لیے پیش کرنا ہے۔ آج میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس عظیم فریضہ سے بھی عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرما دی ہے۔ (وللہ الحمد)

”تاریخ خلفائے راشدین“ کے سلسلے میں یہ میری پہلی کتاب ہے، جس کا عنوان ”سیرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ“ ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بصیرت وتدبر، عزم واستقلال، وفاداری وفداکاری کا حسین مرقع تھے۔ وہ ثانی اثنین فی الغار، فدائے ذاتِ نبی، پروانۂ رخِ زیبائے مصطفوی، اسلام کے پہلے خلیفۂ راشد اور انبیاء ورسل کے بعد صدیقین کے سرخیل اور صالحین میں سب سے افضل وبہتر ہیں اور علی الاطلاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل واشرف اور سب سے زیادہ علم والے ہیں۔ انھی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں۔“ [بخاري: ٣٦٥٦]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کے متعلق شہادت دیتے ہوئے فرمایا: ”ابوبکر ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر وافضل اور رسول اللہ ﷺ کو ہم میں سب سے زیادہ

محبوب ہیں۔'' [ترمذي، أبواب المناقب : ٣٦٥٦]

محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ نے اپنے والد گرامی سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے جب دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: ''ابوبکر۔''
[بخاري، فضائل الصحابة : ٣٦٧١]

میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت و تاریخ مرتب کرتے وقت ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی حفظہ اللہ کی تالیف ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت، حیات اور دور خلافت'' سے بھرپور استفادہ کیا، اس کے علاوہ مکتبہ شاملہ کو بنیاد بنا کر حدیث، تاریخ اور سیرت کی سیکڑوں کتب سے مستند اور صحیح روایات کو جمع کرنے کی سعی کی۔ اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور میری ساری مشکلیں آسان کر دیں اور مجھے اس موضوع پر مراجع و مصادر بآسانی ملتے چلے گئے۔ چنانچہ میں ایسا مستند تاریخی مواد یکجا کرنے میں کامیاب ہو گیا جسے ایک عام قاری اس اعتماد کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کہ اس میں جو کچھ ہے وہ صحیح اور مستند ہے۔ تاریخ کی غلط بیانیوں کے بجائے صحیح اور مستند ذرائع سے سیرتِ خلفائے راشدین کو ترتیب دینا یقیناً بڑی دینی خدمت ہے۔

میں کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں برادر مکرم سید تنویر الحق شاہ صاحب کا مشکور ہوں جنھوں نے تحقیق و تخریج کا کام بخوبی سرانجام دیا۔ ان کے علاوہ الشیخ جاوید الحسن صدیقی مدیر دار الاندلس اور تمام رفقائے ادارہ خصوصاً ابو عمر محمد اشتیاق اصغر، حافظ سعید الرحمن، حافظ احمد معاذ اصغر، ابوخزیمہ محمد شفیق، ظہیر الدین بابر اور حافظ نعمان خالد کا بھی ممنون ہوں۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش میں شریک جمیع معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین!

ابونعمان سیف اللہ خالد

٢٥ محرم الحرام ١٤٣٦ھ

باب 01

ولادت تا ہجرت مدینہ

- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے القاب
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والدین
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیویاں
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد
- قبل از اسلام ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شہرت
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
- مکہ کے دورِ ابتلا میں عظیم کردار
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پہلی ہجرت
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح
- ہجرتِ مدینہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ ، وَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ صَدَقَ ، وَ وَاسَانِيْ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْ لِيْ صَاحِبِيْ ؟ مَرَّتَيْنِ »

[بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب : ٣٦٦١]

”(لوگو!) اللہ نے مجھے تمھاری طرف (رسول بنا کر) مبعوث کیا، لیکن تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے (میری نبوت و رسالت کی) تصدیق کی اور اپنی جان اور اپنے مال سے میری نصرت و تائید کی، تو کیا تم میری خاطر میرے دوست کو (ستانا) چھوڑ نہیں سکتے؟“ آپ ﷺ نے یہ بات دو مرتبہ فرمائی۔

سیدنا ابوبکر ؓ کا نام ونسب

آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوبکر ہے۔ حافظ ابن عساکر ؒ نے آپ کا سلسلۂ نسب یوں بیان کیا ہے: ”عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعید بن تیم بن مُرّہ بن کعب بن لوی۔“ [تاريخ دمشق : ٣٠/٣، ت : ٣٣٩٨]

آپ ؓ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں مُرّہ بن کعب پر رسول اللہ ﷺ سے جا ملتا ہے۔

سیدنا ابوبکر ؓ کے القاب

آپ ؓ کے متعدد القاب ہیں، جو آپ کے بلند مرتبہ، عالی مقام اور خاندانی شرف پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ القاب درج ذیل ہیں:

① عتیق

یہ لقب آپ ؓ کو خود رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا تھا۔ سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: ”ابوبکر صدیق ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

«أَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ»

”تم جہنم سے اللہ کے عتیق (آزاد کردہ) ہو۔“

تو اسی روز سے آپ ؓ کا نام عتیق پڑ گیا۔“ [ترمذي، كتاب المناقب، باب تسميته عتيقا : ٣٦٧٩ ـ سلسلة الأحاديث الصحيحة : ١٥٧٤]

② صدیق

یہ لقب بھی آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اور آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے، وہ ہلنے لگا، تو اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا:

((اُثْبُتْ أُحُدُ! فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ))

[بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ : " لو كنت متخذا خليلا " : ٣٦٧٥]

”اے احد! ٹھہر جا، اس وقت تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حرا پہاڑ پر تھے، وہ اچانک ہلنے لگا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أُسْكُنْ حِرَاءُ ! فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ))

”حرا! ٹھہر جا، تجھ پر صرف نبی، صدیق اور شہید ہیں۔“

اور اس وقت سیدنا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبير رضي الله تعالى عنهما : ٢٤١٧]

جب نبی کریم ﷺ معراج سے تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے اس بات پر بہت تعجب کیا اور آپ ﷺ کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا، تو اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: ((أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ)) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“ تو اس کمال تصدیق کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق پڑ گیا۔ [مسند البزار : ٤٠٩/٨، ٤١٠، ح : ٣٤٨٤۔ دلائل النبوة للبيهقي : ٣٥٥/٢ تا ٣٥٧ ، و إسناده صحيح]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((وَجَدْتُ فِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ يَوْمَ غَزَوْنَا الْيَرْمُوْكَ أَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ

أَصَبْتُمُ اسْمَهُ، عُمَرُ الْفَارُوْقُ قَرْنٌ مِنْ حَدِيْدٍ أَصَبْتُمُ اسْمَهُ»

[فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ۱/۱۰۳، ح : ۷٤، و إسناده صحيح]

”غزوۂ یرموک کے دن میں نے (اہلِ کتاب کی) بعض کتب میں یہ بات دیکھی کہ ابوبکر یقیناً ”صدیق“ (بہت زیادہ سچے) ہیں، تم نے ان کا یہ نام (صدیق) درست ہی رکھا ہے اور عمر یقیناً ”الفاروق“ (حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے) ہیں، وہ (گویا) لوہے کے بنے ہوئے ہیں، تم نے ان کا نام (الفاروق) درست ہی رکھا ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے صحیح السند اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب کے ہاں یہ بات مشہور و معروف تھی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ”الصدیق“ ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ”الفاروق“ ہیں۔

③ صاحب

یہ عظیم الشّان لقب آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٤٠]

”اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ”صاحب“ (ابوبکر) سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں

نے کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں اس آیت کریمہ میں ”صاحب“ (ساتھی) سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ غار میں پناہ گزیں تھے تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کی:

« لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا ، فَقَالَ مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ! بِاثْنَيْنِ ، اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا؟ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب المهاجرين و فضلهم : ٣٦٥٣]

”اگر ان کافروں میں سے کسی نے اپنے قدموں کے نیچے کی طرف دیکھ لیا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔“ تو اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابوبکر! ان دو کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے کہ جن کا تیسرا اللہ ہے؟“

سیدنا طلحہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ صفہ والوں نے اپنے کھانے کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« وَلَقَدْ أَتٰى عَلَيَّ وَعَلٰى صَاحِبِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ [ثَمَانِيَةَ عَشَرَ] وَمَا لِيْ وَلَهُ طَعَامٌ إِلَّا الْبَرِيْرَ » [مستدرك حاكم : ٣/ ١٤، ١٥، ح : ٤٢٩٠- مسند أحمد : ٣/ ٤٨٧، ح : ١٥٩٩٤]

”میں اور میرا یہ ساتھی (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ) مسلسل اٹھارہ (۱۸) دن رات اس حال میں رہے ہیں کہ ہمارے کھانے کے لیے پیلو کے کچے اور ترش پھل کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔“

تاریخ پیدائش

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ فرما رہے تھے:

« مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَ أَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ وَّ سِتِّيْنَ » [مسلم، كتاب الفضائل، باب كم أقام النبي ﷺ بمكة والمدينة : ٢٣٥٢/١٢٠، ٢٣٤٨، عن أنس رضي الله عنه]

"رسول اللہ ﷺ جب فوت ہوئے تو آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ (٦٣) سال تھی اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بھی (جب وفات ہوئی تو ان کی عمریں بھی تریسٹھ سال تھیں) اور میں بھی اب تریسٹھ برس کا ہوں۔"

اس صحیح روایت سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے دو سال چھوٹے تھے، کیونکہ صحیح روایات میں یہ بات موجود ہے کہ خلافت صدیقی دو سال اور کچھ دن ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کے بارے میں سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَمْسِكْ عَلَيْكَ أَبَا بَكْرٍ سَنَتَيْنِ » [أبو داؤد، كتاب السنة، باب في الخلفاء : ٤٦٤٦ ، و إسناده حسن لذاته، حسنهُ الترمذي : ٢٢٢٦، و صححه ابن حبان : ٦٩٤٢]

"سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال شمار کرو۔"

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والدین

والد

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عثمان بن عامر بن عمرو ہے اور ان کی کنیت ابو قحافہ ہے۔ یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن اپنے والد محترم کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> «لَوْ أَقْرَرْتَ الشَّيْخَ فِيْ بَيْتِهِ، لَأَتَيْنَاهُ، مَكْرُمَةً لِأَبِيْ بَكْرٍ، فَأَسْلَمَ»
>
> [مسند أحمد : ٣/ ١٦٠، ح : ١٢٦٤١۔ ابن حبان : ٥٤٧٢]
>
> ”(اے ابوبکر!) کاش آپ بزرگوں کو گھر ہی میں ٹھہرا دیتے اور میں خود آ جاتا۔“ یہ بات آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احترام میں فرمائی۔ تو سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے (اس موقع پر) اسلام قبول کیا۔“

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد محترم) سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کی خدمت میں آئے، ان کا سر اور داڑھی ثغامہ کی طرح سفید تھے، (ثغامہ ایک سفید گھاس ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس سفیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور (خالص) سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔“ [مسلم، کتاب اللباس، باب استحباب خضاب الشیب بصفرة...... الخ : ٢١٠٢/٧٩]

والدہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت صخر ہے۔ وہ اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ ثقہ محدث زبیر بن بکار رحمہ اللہ نے ان کا نسب نامہ یوں بیان کیا ہے:

"سلمٰی بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّہ۔" [تاريخ دمشق: ١٤/٣٠، و إسناده صحيح إلى الزبير بن بكار۔ طبقات ابن سعد: ١٢٦/٣]

سیدنا ابوبکر ؓ کی بیویاں

سیدنا ابوبکر ؓ نے کل چار شادیاں کیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① قتیلہ بنت عبدالعزیٰ

امام ابن سعد ؒ نے لکھا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے بیٹے عبد اللہ ؓ اور بیٹی اسماء ؓ کی والدہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ بن اسعد ہے۔ [الطبقات لابن سعد : ۳ / ۱۲۶]

دورِ جاہلیت ہی میں سیدنا ابوبکر ؓ نے انھیں طلاق دے دی تھی۔ یہ مدینہ میں اپنی بیٹی اسماء ؓ سے ملنے کے لیے آئی تھیں، جیسا کہ سیدہ اسماء بنت ابوبکر ؓ بیان کرتی ہیں کہ میری ماں نبی ﷺ کے زمانے میں مجھ سے ملنے کے لیے تشریف لائیں، تو میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: ''کیا میں اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کر سکتی ہوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' ابن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾

[الممتحنة : ۸]

''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

[بخاري، كتاب الأدب، باب صلة الوالد المشرك : ۵۹۷۸۔ مسلم : ۱۰۰۳]

یعنی اللہ تعالیٰ ان کافروں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے مسلمانوں کو نہ تو ستایا اور نہ دین کے بارے میں جھگڑا کیا اور نہ مسلمانوں کو گھروں سے نکالا، جیسے عورتیں اور کمزور لوگ۔ ان کے ساتھ صلہ رحمی، ان کی ضیافت اور پڑوس کے حقوق وغیرہ سے اسلام نہیں روکتا اور نہ ان کے ساتھ عدل و انصاف (مثلاً حقوق کی ادائیگی، ایفائے عہد، امانت کی ادائیگی اور ان سے خریدی ہوئی اشیاء کی پوری قیمت کی ادائیگی) سے روکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ تو عدل و انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور انھیں پسند فرماتا ہے اور اس کے برخلاف ظلم کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے اور انھیں سزا دے گا۔

② ام رومان بنت عامر ؓ

امام ابن سعد ؒ لکھتے ہیں: ''ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس پہلے حارث ابن سخبرہ کے نکاح میں تھیں، اس کا مکہ میں انتقال ہو گیا، اس کے بعد ام رومان سے سیدنا ابوبکر ؓ نے شادی کر لی اور آپ سے ان کی اولاد دو بچے تھے، سیدنا عبد الرحمٰن اور سیدہ عائشہ ؓ۔ ام رومان ؓ مکہ میں ابتدا ہی میں اسلام قبول کر چکی تھیں۔ انھوں نے اپنے بچوں، سیدنا ابوبکر ؓ کے گھر والوں اور رسول اللہ ﷺ کے اہلِ خانہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ سیدہ ام رومان ؓ نیک و پارسا خاتون تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ٦ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔'' [الطبقات لابن سعد : ٢١٦/٨، تحت ترجمة : ٤٢٢٤]

لیکن امام ابن سعد ؒ کی یہ بات کہ ام رومان ؓ نبی ﷺ کے عہد ہی میں وفات پا گئی تھیں صحیح اور درست نہیں ہے، کیونکہ سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آیت تخییر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھی سے ابتدا کی تھی اور کہا تھا کہ اس مسئلہ میں جلدی نہ کرنا، یہاں تک کہ اپنے والدین ابوبکر (ؓ) اور ام رومان (ؓ) پر معاملہ پیش کرنا۔ [مسند أحمد : ٢١١/٦، ٢١٢، ح : ٢٥٨٦٤، و إسناده حسن لذاته]

اور حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ فرماتے ہیں کہ واقعۂ تخییر ٩ ھ میں پیش آیا تھا۔ [الإصابة : ٢٦٩٤/٤]

③ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

یہ پہلے سیدنا جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، جیسا کہ صحیح بخاری (۲۶۹۹) اور مسند احمد (۱/۹۸) میں ہے۔ جنگ موتہ میں جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا تو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شادی کر لی۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو ہاشم کے کچھ لوگ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا تو اس بات کو ناپسند کیا اور اس بات کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور کہا کہ میں نے کوئی بُری بات نہیں دیکھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَرَّأَهَا مِنْ ذٰلِكَ »

’’اللہ تعالیٰ نے اسماء کو اس سے بری کر دیا ہے۔‘‘

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا:

« لَا يَدْخُلَنَّ رَجُلٌ، بَعْدَ يَوْمِي هٰذَا، عَلٰى مُغِيبَةٍ، إِلَّا وَمَعَهُ رَجُلٌ أَوِ اثْنَانِ » [مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة …… الخ : ۲۱۷۳۔ ابن حبان : ۵۵۸۵]

’’آج کے دن کے بعد کوئی بھی شخص کسی ایسی عورت کے پاس نہ آئے جس کا خاوند (یا کوئی محرم اس کے پاس) موجود نہ ہو، لیکن یہ کہ اس کے ساتھ ایک یا دو شخص موجود ہوں (تو اس کے پاس آ سکتا ہے، یعنی جب گھر میں کوئی محرم موجود ہو)۔‘‘

انھی کے بطن سے آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن ابوبکر (حجۃ الوداع کے موقع پر حالتِ احرام میں ذوالحلیفہ کے مقام پر) پیدا ہوئے۔ [مسلم، كتاب الحج، باب صفة إحرام …… الخ : ۱۲۱۰، ۱۲۰۹۔ مسند أحمد : ۳۲۰/۳، ح : ۱۴۴۹۳]

④ حبیبہ بنت خارجہ ؓ

ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا، عوالی مدینہ میں مقام سنح میں ابوبکر ؓ ان کے ساتھ رہتے تھے۔ انھی کے بطن سے آپ ؓ کی بیٹی ام کلثوم آپ ؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ [الطبقات لابن سعد : ٨/٢٦٩، ٣/١٣٨۔ الاستيعاب : ٢/٤٩٨، ت : ٣٢٩٩]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد

آپ رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

① عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما

یہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے سب سے بڑے تھے۔ [السنن الکبری للبیهقي : ٩/ ٢٣٠، تحت ح : ١٢٣٩١]

یہ مہاجرین میں شامل نہیں ہیں، کیونکہ انھوں نے ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے صحابہ میں شامل ہوئے۔ [التاریخ الکبیر لابن أبي خیثمة : ١/ ٣٧١، ت : ٢٧٧٣]

ایک دفعہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مہمانوں کی تواضع ان کے ذمہ لگائی تھی۔ [بخاري، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ٣٥٨١]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل ”ابولؤلؤ“ کو پکڑنے میں بھی سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے بہت کوشش کی تھی۔ [الطبقات لابن سعد : ٣/ ٢٨١]

یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے سب سے بڑے، ماہر تیر انداز اور بہت بہادر تھے۔ [سیر أعلام النبلاء : ٢/ ٤٨١، ت : ٩٢]

② عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما

ہجرت کے موقع پر ان کا کردار بڑی اہمیت کا حامل رہا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ”رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں (مکہ سے تین میل پر) غار ثور میں چلے گئے، جہاں آپ تین راتیں رہے۔ اس دوران عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما جو جوان اور بہت

ذہین وفطین تھے، رات کو غار میں جا کر ان کے پاس رہتے، سحری کے وقت واپس چلے آتے اور صبح قریش کے لوگوں کے ساتھ اس طرح کرتے گویا رات مکہ ہی میں گزاری ہو اور پھر جتنی باتیں نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نقصان پہنچانے اور مکر وفریب کی سنتے، وہ یاد رکھتے اور رات کا اندھیرا ہوتے ہی (غار میں آکر) نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنا دیتے۔“

[بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ ...... الخ : ٣٩٠٥]

عبداللہ بن ابوبکر کی نبی ﷺ کے حلّہ میں کفن کی خواہش اور ترک :

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کو تین سفید چادروں میں کفن دیا گیا، جو سحول (یمن کی ایک بستی) کی بنی ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کے کفن کے لیے ایک حلّہ بھی خریدا گیا تھا کہ اس میں آپ ﷺ کو کفن دیا جائے گا، لیکن بعض وجوہات کی بنا پر نبی اکرم ﷺ کو اس میں کفن نہیں دیا گیا، بلکہ آپ ﷺ کو تین سفید لمبی چادروں میں کفن دیا گیا۔“ پھر فرماتی ہیں:

« فَأَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ ، فَقَالَ لَأَحْبِسَنَّهَا حَتّٰى أُكَفِّنَ فِيْهَا نَفْسِيْ ، ثُمَّ قَالَ لَوْ رَضِيَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ لَكَفَّنَهُ فِيْهَا ، فَبَاعَهَا وَتَصَدَّقَ بِثَمَنِهَا » [مسلم، كتاب الجنائز، باب في كفن الميت : ٩٤١]

”تو یہ حلّہ عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے لے لیا اور کہا: ”مجھے امید ہے کہ میرا کفن یہ حلّہ ہو گا۔“ پھر کہا: ”اگر اللہ تعالیٰ اس کے کفن بننے سے خوش ہوتا تو یہ نبی ﷺ کے کفن میں استعمال ہوتا۔“ پھر انھوں نے اسے بیچ دیا اور اس کی قیمت اللہ کے راستے میں صدقہ کر دی۔“

③ محمد بن ابوبکر

یہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ذوالحلیفہ میں ان کی ولادت ہوئی۔ [مسلم، كتاب الحج، باب صحة إحرام النفساء ...... الخ : ١٢٠٩، ١٢١٠]

مصعب بن عبداللہ الزبیری فرماتے ہیں: ”محمد بن ابوبکر نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گود میں پرورش پائی اور انھوں نے انھیں اپنے دور خلافت میں مصر کا گورنر مقرر کیا اور یہ وہیں شہید ہوئے۔“ [التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة : ١٤/٢، ت: ٣٩٤٨، و إسناده صحيح إلى الزبيری]

یاد رہے کہ محمد بن ابوبکر کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا یا ان کی داڑھی پکڑنا میرے علم کے مطابق کسی بھی صحیح اور حسن لذاتہ روایت میں موجود نہیں۔ اس سلسلے کی تمام روایات ضعیف و مشکوک ہیں، کوئی بھی روایت ضعف سے خالی نہیں ہے۔ بلکہ معروف تابعی کنانہ العدوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا تو میں بھی وہاں موجود تھا۔ محمد بن طلحہ فرماتے ہیں کہ میں نے کنانہ سے پوچھا: ”کیا محمد بن ابوبکر نے انھیں قتل کیا تھا؟“ تو کنانہ نے کہا: ”نہیں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو (مبغوض ترین شخص) جبلہ بن الایہم مصری نے شہید کیا تھا۔“ [مستدرك حاكم : ١٠٦/٣، ح : ٤٥٦٨، و إسناده حسن لذاته]

④ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی بیٹی اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا تھیں، یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑی تھیں، رسول اللہ ﷺ کے سفر ہجرت میں ان کا کردار بھی نمایاں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام ”ذات النطاقین“ رکھا، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (جب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سفر ہجرت کا ارادہ کیا تو) ہم نے جلدی سے سفر کا سامان تیار کیا اور اسے چمڑے کے ایک تھیلے میں ڈال دیا، تو سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا کمر بند پھاڑا اور اس سے تھیلے کا منہ باندھ دیا، (اسی وجہ سے) ان کا نام ذات النطاقین رکھا گیا۔ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٥، ٣٩٠٧]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ [مسلم، كتاب السلام، باب جواز إرداف المرأة الأجنبية...... الخ : ٢١٨٢]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”میں (مکہ سے ہجرت کی نیت سے) نکلی تو وقت ولادت قریب تھا، میں نے مدینہ میں قبا نامی وادی میں پڑاؤ کیا اور وہیں (اپنے بیٹے) عبداللہ بن زبیر کو جنم دیا، میں انھیں لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لٹا دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور منگوائی، اسے چبایا اور بچے کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا، تو پہلی چیز جو میرے بیٹے عبداللہ کے پیٹ میں پہنچی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو کھجور کی گھٹی دی اور اس کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔“ اس کے بعد فرماتی ہیں:

« وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ » [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ ...... الخ: ٣٩٠٩۔ مسلم: ٢١٤٦/٢٦]

”عبداللہ زمانۂ اسلام میں (مہاجرین کا) پہلا بچہ تھا جو (مدینہ میں) پیدا ہوا۔“

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کی تعداد اٹھاون (۵۸) ہے۔ تیرہ احادیث متفق علیہ ہیں، پانچ احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں اور چار احادیث میں امام مسلم منفرد ہیں۔“ [سير أعلام النبلاء: ٢٩٦/٢، ت ٥٢]

⑤ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

آپ صدیقہ بنت صدیق ہیں، جب آپ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ (۶) سال تھی اور نو (۹) سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی، جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں: ”جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا تو میری عمر چھ برس تھی، پھر ہم مدینہ آئے تو بنی حارث بن خزرج کے محلے میں قیام پذیر ہوئے اور وہاں مجھے ایک ماہ تک بخار چڑھا اور میرے سر کے بال جھڑ گئے، پھر کندھوں تک خوب بال ہو گئے، پھر ایک دن میری ماں ام رومان رضی اللہ عنہا میرے پاس آئیں، میں اس وقت اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی، میری ماں نے مجھے بلایا اور میں ان کے پاس

آ گئی، مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان کا کیا ارادہ ہے۔ انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھر کے دروازے پر لے آئیں، میرا سانس پھولا ہوا تھا، جب میرا سانس ٹھیک ہوا تو انھوں نے تھوڑا سا پانی لے کر میرے منہ اور سر پر پھیرا اور پھر مجھے گھر کے اندر لے گئیں۔ وہاں چند انصاری خواتین موجود تھیں، انھوں نے مجھے خیر و برکت کی دعا دی اور کہا کہ تمھارا نصیب اچھا ہو۔ میری ماں نے مجھے اُن کے سپرد کر دیا، تو انھوں نے میرا بناؤ سنگھار کیا (اور مجھے دلہن بنا دیا)۔ میں اس وقت کچھ گھبرا گئی جب چاشت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان عورتوں نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا اور اس وقت میری عمر نو (۹) سال تھی۔“

[بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب تزويج النبي ﷺ عائشة...... الخ : ٣٨٩٤۔ مسلم : ١٤٢٢]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت ”ام عبد اللہ“ رکھی تھی، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

« كُلُّ صَوَاحِبِيْ لَهُنَّ كُنًى ، قَالَ فَاكْتَنِيْ بِابْنِكِ عَبْدِ اللّٰهِ ، يَعْنِي ابْنَ أُخْتِهَا » [أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب في المرأة تكنى : ٤٩٧٠، إسناده صحيح]

”میری تمام سہیلیوں کی کنیتیں ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اپنے بیٹے عبداللہ کے نام سے اپنی کنیت (ام عبداللہ) رکھ لو۔“ یعنی اپنے بھانجے (عبداللہ بن زبیر) کے نام سے۔“

آپ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثالی محبت تھی۔ [ديكهيے بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب : ٣٦٦٢، ٣٧٧٤، ٣٧٧٥]

امام مسروق رحمہ اللہ جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

« حَدَّثَتْنِي الصِّدِّيْقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيْقِ ، حَبِيْبَةُ حَبِيْبِ اللّٰهِ الْمُبَرَّأَةُ »

[مسند أحمد : ٢٤١/٦، ح : ٢٦٠٩٨، و إسناده صحيح]

"مجھ سے صدیقہ بنت صدیق، اللہ کے محبوب ﷺ کی محبوبہ نے حدیث بیان کی ہے، جن کی براءت اللہ نے نازل فرمائی۔"

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِيْ دُفِنَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ فَأَضَعُ ثَوْبِيْ، فَأَقُوْلُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَأَبِيْ، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَ اللّٰهِ ! مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ، حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ» [مسند أحمد : ٦/٢٠٢، ح : ٢٥٧١٦]

"میں جب اپنے اس حجرے میں جایا کرتی جہاں رسول اللہ ﷺ اور میرے باپ (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) مدفون ہیں تو میں اپنا کپڑا (یعنی بڑی چادر) اتار دیتی اور میں کہتی ایک میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے باپ ہیں، لیکن جب وہاں ان کے ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو اللہ کی قسم! تب میں اپنے اوپر اپنا کپڑا (یعنی بڑی چادر) عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے اچھی طرح لپیٹ کر داخل ہوتی تھی۔"

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) تک پہنچتی ہے۔ متفق علیہ روایات کی تعداد ایک سو چوہتر (۱۷۴) ہے۔ امام بخاری چوّن (۵۴) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں، جبکہ امام مسلم اُنہتر (۶۹) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔" [سير أعلام النبلاء : ٢/١٣٩، ت : ١٩]

⑥ ام کلثوم بنت ابوبکر

یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ [الطبقات لابن سعد : ٨/٣٣٧، ت : ٤٦٣٣]

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن ام کلثوم کو عدت

کے دنوں میں مکہ (حج کے لیے) لے گئی تھیں، جب ام کلثوم کے خاوند سیدنا طلحہ بن عبید اللہ (جنگ جمل میں مروان کے ہاتھوں) شہید ہوئے تھے۔ [الطبقات لابن سعد : ۸/۳۳۸، ت : ٤٦٣٣]

خاندانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا منفرد اعزاز

امام المغازی موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام صحابہ میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی مسلسل چار پشتیں شرف صحابیت سے بہرہ مند ہوں۔ یہ شرف صرف اور صرف آل ابوبکر کو حاصل ہے، وہ اس طرح کہ ان کے نواسے عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ کی والدہ اسماء بنت ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہم یہ سب کے سب صحابی ہیں۔ نیز ان کے پوتے محمد اور محمد کے والد محترم عبد الرحمٰن بن ابوبکر بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہم تمام کے تمام شرفِ صحابیت سے بہرہ مند ہیں۔'' [طبراني كبير : ۱/٥٤، ح : ۱۱، و إسناده حسن لذاته۔ مستدرك حاكم : ۳/٤٧٥، ٤٧٨، ح : ٦٠٠٨، ٦٠٢٤]

قبل از اسلام ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شہرت

دورِ جاہلیت میں بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شمار قریش کے اشراف و معزز لوگوں میں ہوتا تھا اور ظہورِ اسلام کے بعد بھی ان کا یہی مقام و مرتبہ قائم رہا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا » [بخاري، كتاب المناقب، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الناس إنا خلقنكم ﴾ ...... الخ : ٣٤٩٣۔ مسلم : ٢٥٢٦]

”آپ لوگوں کو (بھلائی اور برائی کے معاملہ میں) معادن (کانوں) کی طرح پائیں گے، جو ان میں سے زمانۂ جاہلیت میں اچھے تھے وہ زمانۂ اسلام میں بھی اچھے ہوں گے، جب وہ دین کا فہم حاصل کریں گے۔“

علم انساب کے ماہر

آپ رضی اللہ عنہ قریش میں قریشیوں کے انساب کے سب سے زیادہ ماہر، ان کو سب سے زیادہ جاننے والے اور ان کے خیر و شر سے سب سے زیادہ واقف تھے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَعْلَمُ قُرَيْشٍ بِأَنْسَابِهَا » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه : ٢٤٩٠]

''یقیناً ابو بکر (رضی اللہ عنہ) تمام قریش میں ان کے انساب کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔''

جود و سخا اور مہمان نوازی

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ عرب میں ضیافت و مہمان نوازی میں امتیازی اور منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ قبیلۂ قارہ کے سردار ابن الدغنہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی انھی خوبیوں کا تذکرہ کیا تھا، چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کفارِ مکہ نے مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم و ستم کیے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کی نیت سے نکلے، یہاں تک کہ جب مقام ''برک غماد'' تک پہنچے تو وہاں ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی، وہ قوم قارہ کا سردار تھا، اس نے پوچھا: ''اے ابو بکر! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟'' تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: « أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأُرِيْدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَ أَعْبُدَ رَبِّيْ » ''مجھے میری قوم (قریش) نے نکال دیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ میں زمین میں سیر و سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔'' ابن الدغنہ نے کہا:

> « فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ »
>
> ''اے ابو بکر! تجھ جیسے لوگ نہ از خود نکلتے ہیں اور نہ نکالے جاتے ہیں۔ تم لوگوں کو وہ چیز مہیا کرتے ہو جو ان کے پاس نہیں ہوتی، تم صلہ رحمی کرتے ہو، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو اور جھگڑوں میں حق (والوں) کی مدد کرتے ہو۔''

پھر کہنے لگے: ''میں تمھیں پناہ دیتا ہوں، تم واپس لوٹ جاؤ اور اپنے شہر ہی میں اپنے رب کی عبادت کرو۔'' تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے، ابن الدغنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا

اور شام کے وقت قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور ان سے کہنے لگا:

«إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ ، أَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ يَصِلُ الرَّحِمَ ، وَ يَحْمِلُ الْكَلَّ وَ يَقْرِي الضَّيْفَ ، وَ يُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ»

”بے شک ابوبکر جیسا (اعلیٰ اخلاق کا مالک) شخص نہ (اپنے علاقے سے) نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو لوگوں کو وہ چیزیں مہیا کرتا ہے جو ان کے پاس نہیں ہوتیں اور صلہ رحمی کرتا ہے اور دوسروں کے بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمان نواز اور حق (والوں) کی مدد کرنے والا ہے۔“

تو قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ کو رد نہیں کیا (منظور کر لیا)۔ [بخاري ، كتاب مناقب الأنصار ، باب هجرة النبي صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٥]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ابن الدغنہ کے اس قول پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عظیم ترین مناقب میں سے ابن الدغنہ کا یہ قول ہے، یہاں ابن الدغنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وہی اوصاف بیان کیے ہیں جو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بعثت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کیے تھے۔ یہ عجیب توارد ہے اور یہ غایت درجہ کی مدح ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف شروع ہی سے اکمل ترین اوصاف تھے۔“ [الإصابة : ١٤٧/٤]

تجارت

دورِ جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ کا پیشہ تجارت تھا، جس کے لیے آپ نے سرزمین شام میں بصریٰ تک کا سفر بھی کیا۔ محدث ابن عساکر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”یقیناً سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ملک شام سے بصریٰ (دمشق) کی طرف زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں تجارتی سفر کیے ہیں۔“ [تاريخ دمشق : ٣٠/٤، ت : ٣٣٩٨]

سیدنا ابوبکر ؓ کا قبول اسلام

سیدنا ابوبکر ؓ کا تلاش حق کے طویل ایمانی سفر کا نتیجہ اسلام تھا۔ آپ ؓ کو شروع ہی سے دینِ حق کی تلاش تھی، جو آپ کی فطرت سلیمہ، دور رس بصیرت اور عقل راجح سے موافقت رکھتا ہو۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ ؓ فوراً ایمان لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی۔ چنانچہ سیدنا ابو سعید الخدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

« أَلَسْتُ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ » [ترمذي، أبواب المناقب، باب قول أبي بكر : " ألستُ أحق الناس بها..... " : ٣٦٦٧ ، وإسناده صحيح۔ ابن حبان: ٦٨٦٣]

”کیا میں وہ شخص نہیں ہوں جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا؟“

امام ابراہیم نخعی ؒ فرماتے ہیں: ”سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے اسلام قبول کیا۔“ [مصنف ابن أبي شيبة : ٣٣٨/٨، ح : ٣٦٥٧٢، وإسناده صحيح۔ ترمذي: ٣٧٣٥، وإسناده صحيح إلى إبراهيم]

سیدنا ابو درداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکر ؓ اس حال میں آئے کہ اپنے کپڑے کا کونا اٹھائے ہوئے تھے، یہاں تک کہ کپڑا ان کے گھٹنے سے ہٹ گیا تھا، تو نبی ﷺ نے فرمایا:

« أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ »

”تمھارے صاحب (ابوبکر صدیق ؓ) کسی سے لڑ کر آ رہے ہیں۔“

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور عرض کی:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّهُ كَانَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ، فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَّغْفِرَ لِيْ فَأَبَى عَلَيَّ فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ »

”اے اللہ کے رسول ! مجھ میں اور ابن خطاب میں کچھ بحث وتکرار ہوگئی ہے، میں نے ان سے بات کرنے میں جلد بازی کی، پھر مجھے ندامت ہوئی اور میں نے ان سے معافی چاہی لیکن انھوں نے انکار کیا ہے۔ اب میں آپ کے پاس آیا ہوں (آپ انھیں کہیں کہ وہ مجھے معاف کر دیں)۔“

تو اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ فرمایا:

« يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ! »

”ابوبکر! اللہ تجھے معاف کرے۔“

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور پوچھا کہ ابوبکر (گھر میں) ہیں؟ گھر والوں نے کہا: ”نہیں۔“ تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سلام کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور سرخ ہونے لگا، یہاں تک کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے (کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر خفا نہ ہو جائیں) اور دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور عرض کی:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ اللّٰهِ ! أَنَا كُنْتُ أَظْلَمُ »

”اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! غلطی میری ہی تھی۔“

دو دفعہ یوں کہا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ، وَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ صَدَقَ، وَ وَاسَانِيْ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْ لِيْ صَاحِبِيْ ؟ مَرَّتَيْنِ »

[بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب: ٣٦٦١]

''(لوگو!) اللہ نے مجھے تمھاری طرف (رسول بنا کر) مبعوث کیا، لیکن تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے (میری نبوت و رسالت کی) تصدیق کی اور اپنی جان اور اپنے مال سے میری نصرت و تائید کی، تو کیا تم میری خاطر میرے دوست کو (ستانا) چھوڑ نہیں سکتے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دو مرتبہ فرمائی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ » [بخاري، كتاب الصلوٰة، باب المسجد يكون في الطريق......الخ : ٤٧٦]

''میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے ماں باپ کو مسلمان ہی پایا ہے۔''

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةُ أَعْبُدٍ، وَامْرَأَتَانِ وَ أَبُوْ بَكْرٍ »[بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب : ٣٦٦٠]

''میں نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف پانچ غلام، دو عورتیں اور ابوبکر (رضی اللہ عنہم) تھے۔''

مکہ کے دورِ ابتلا میں عظیم کردار

نبی ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے

جرأت وشجاعت میں ابوبکر ؓ امتیازی شان کے مالک تھے، حق بات میں کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ دین کی نصرت، اس پر عمل اور رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے ہرگز ڈر اور خوف محسوس نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے دریافت کیا کہ مشرکین مکہ نے نبی ﷺ کی شان میں سب سے بڑی گستاخی کیا کی تھی؟ تو انھوں نے بتایا کہ نبی ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے اپنا کپڑا آپ ﷺ کے گلے میں ڈال کر پوری طاقت اور قوت سے کھینچا، تو اس موقع پر ابوبکر صدیق ؓ آگے بڑھے اور اس (ظالم) کو کندھے سے پکڑ کر نبی ﷺ سے دور ہٹایا اور کہا:

﴿ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ ﴾ [المؤمن : ٢٨]

”کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔“

[بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب ما لقي النبي ﷺ و أصحابه...... الخ : ٣٨٥٦]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر ؓ نے کہا تھا:

”تم پر افسوس! ﴿ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ ﴾ [المؤمن : ٢٨] ”کیا

تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔‘‘ [دلائل النبوة للبیهقي: ۲/ ۲۷۵، ۲۷۶]

ایک روایت میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

> ’’میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے ہاتھوں سے چھڑا رہے تھے اور بلند آواز میں رو رہے تھے، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ اے میری قوم کے لوگو! تم پر افسوس! ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ ﴾ [المؤمن : ۲۸] ’’کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔‘‘ اور انھوں نے مکمل آیت پڑھی۔‘‘
>
> [تفسیر ابن أبي حاتم : ۱۲/ ۱۸۰۔ تفسیر ابن کثیر : ۷/ ۱۴۱۔ تاریخ دمشق: ۳۰/ ۵۳، ۵۴، و إسناده حسن لذاته]

نئے مسلمانوں کی تعلیم اور تکریم کا فریضہ ادا کرتے ہوئے

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دعوتِ دین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی تکریم کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا، جیسا کہ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حرم بیت اللہ میں) تشریف لائے، حجر اسود کو بوسہ دیا اور اپنے ساتھی کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا، پھر نماز پڑھی۔ جب نماز پڑھ چکے تو پہلے میں نے ہی اسلام کی سنت ادا کی اور کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’وَ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ’’تو کون ہے؟‘‘ میں نے کہا: ’’قبیلہ غفار کا ایک شخص ہوں۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اپنی انگلیاں پیشانی پر رکھیں (جیسے کوئی ذکر کرتا ہے)۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا یہ کہنا برا معلوم ہوا کہ میں (قبیلہ) غفار کا ایک فرد ہوں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑنے کے لیے لپکا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) جو مجھ سے زیادہ

آپ ﷺ کا حال جانتے تھے، اس نے مجھے روکا، پھر آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا: ”تم یہاں کب سے ہو؟“ میں نے عرض کی: ”تیس (۳۰) دنوں سے یہاں ہوں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تجھے کھانا کون کھلاتا ہے؟“ میں نے کہا: ”سوائے زم زم کے پانی کے میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں، پھر میں (اسی سے) فربہ ہو گیا، یہاں تک کہ میرے پیٹ کے بل مڑ گئے اور میں اپنے کلیجے میں بھوک کی کمزوری نہیں پاتا۔“ آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ ، إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ »

”زمزم کا پانی برکت والا ہے اور وہ کھانا بھی ہے اور کھانے کی طرح پیٹ بھر دیتا ہے۔“

پھر سیدنا ابوبکر ؓ نے کہا:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! ائْذَنْ لِّيْ فِيْ طَعَامِهِ اللَّيْلَةَ »

”اے اللہ کے رسول! آج رات اسے کھانا کھلانے کی اجازت مجھے دیجیے۔“

پھر رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر ؓ چلے، تو میں بھی ان کے ساتھ چل دیا۔ سیدنا ابوبکر ؓ نے ایک دروازہ کھولا اور اس میں سے طائف کی خشک کشمش نکالی۔ یہ پہلا کھانا تھا جو میں نے مکہ میں کھایا۔“ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي ذر رضي الله عنه : ٢٤٧٣]

ستم رسیدہ غلاموں کی آزادی میں کوشاں

مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے ساتھ مشرکین کی اذیت رسانی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ بالخصوص کمزور اور بے یار و مددگار مسلمان ظلم کی اس چکی میں زیادہ پسے، انھیں سخت سے سخت تکالیف پہنچائی جاتی تھیں، تاکہ یہ لوگ اپنے عقیدۂ توحید اور اسلام کی تعلیمات سے باز آ جائیں اور دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بن جائیں اور وہ اسلام لانے کی جرأت نہ کر سکیں۔ اس سلسلہ میں سیدنا بلال ؓ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ سیدنا عبداللہ بن

مسعود ؓ بیان کرتے ہیں: ''سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے سات حضرات ہیں، رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمار، ان کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال اور مقداد ؓم۔ رسول اللہ ﷺ کو تو اللہ نے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے ذریعے سے (مشرکین کی اذیتوں سے) محفوظ رکھا، ابوبکر ؓ کو بھی اللہ نے ان کی قوم کے ذریعے سے محفوظ رکھا، باقی جو حضرات تھے انھیں مشرکین نے پکڑ لیا، انھیں لوہے کی زرہیں پہنا کر آگ نما دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا، چنانچہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے (جان بچانے کے لیے زبان سے) مشرکین کے مطلب کی کوئی بات نہ کہہ دی ہو، سوائے سیدنا بلال ؓ کے، انھوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کی پروا نہ کی اور ان کی قوم کی نظر میں بھی ان کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی (اس لیے ان کی حمایت میں کوئی نہیں بولتا تھا)۔ کفار مکہ انھیں پکڑ کر بچوں کے حوالے کر دیتے۔ وہ انھیں مکہ کی گھاٹیوں میں لیے (گھسیٹتے) پھرتے تھے اور سیدنا بلال ؓ کہتے تھے: ((أَحَدٌ، أَحَدٌ)) ''اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل سلمان وأبي ذر والمقداد : ١٥٠، وإسناده حسن لذاته۔ مسند أحمد : ٤٠٤/١، ح : ٣٨٣١۔ مستدرك حاكم : ٢٨٤/٣، ح : ٥٢٣٨]

سیدنا انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے اللہ کی راہ میں اس وقت تکلیفیں آئیں جب کسی اور کو تکلیفیں نہیں دی جاتی تھیں اور مجھے اللہ کی راہ میں اس وقت خوف زدہ کیا گیا جب کسی اور کو ڈرایا دھمکایا نہیں جاتا تھا۔ بعض اوقات مجھ پر مسلسل تیسری رات بھی اس حال میں آ جاتی تھی کہ میرے اور بلال (ؓ) کے کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، جسے کوئی ذی روح کھا سکے، مگر اتنی ہی مقدار میں کہ جسے بلال (ؓ) کی بغل چھپا سکے۔'' [ابن ماجه، كتاب السنة، باب فضل سلمان وأبي ذر والمقداد : ١٥١، وإسناده صحيح۔ ترمذي : ٢٤٧٢]

سیدنا جابر بن عبد اللہ ؓما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر ؓ فرمایا کرتے تھے:

« أَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا ، وَ أَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِيْ بِلَالًا » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب بلال بن رباح مولى أبي بكر رضي الله عنهما : ٣٧٥٤]

”سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے سردار بلال (رضی اللہ عنہ) کو آزاد کرایا۔“

ثقہ محدث قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا:

« إِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِيْ لِنَفْسِكَ فَأَمْسِكْنِيْ ، وَ إِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِيْ لِلّٰهِ فَدَعْنِيْ وَ عَمَلَ اللّٰهِ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب بلال بن رباح مولى أبي بكر رضي الله عنهما : ٣٧٥٥]

”اگر آپ نے مجھے اپنے لیے خریدا ہے تو پھر اپنے پاس ہی رکھیے اور اگر مجھے اللہ کے لیے خریدا ہے تو پھر مجھے آزاد کر دیجیے، تا کہ میں اللہ کے لیے عمل کروں۔“

ثقہ تابعی عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے نانا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے پاس چالیس ہزار (۴۰,۰۰۰) درہم تھے۔ وہ ساری رقم انھوں نے اللہ کے راستے میں خرچ کر دی۔ اس رقم سے انھوں نے سات مسلمانوں کو آزاد کرایا، جنھیں دین اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اذیتیں دی جاتی تھیں اور وہ یہ ہیں: سیدنا بلال، سیدنا عامر بن فہیرہ، سیدہ زُنیرہ، سیدہ نہدیہ اور ان کی بیٹی، سیدہ اُمِ عُبیس اور بنو مومل کی بچیوں میں سے ایک بچی رضی اللہ عنہم۔ [تاريخ دمشق : ٦٧/٣٠، و إسناده صحيح]

غلاموں کو آزادی دلانے کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کمزوروں اور بے سہارا لوگوں پر جو بے دریغ اپنا مال خرچ کر رہے تھے اس پر اہلِ مکہ کو بڑا ہی تعجب تھا اور ان کی نگاہ میں یہ عجیب و غریب چیز تھی، لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے دینی بہن بھائی تھے، ان میں سے ایک فرد کے

مقابلے میں روئے زمین کے تمام ظالموں اور مشرکین کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر ؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوقحافہ ؓ نے (اسلام قبول کرنے سے پہلے) ایک دفعہ اپنے بیٹے سیدنا ابوبکر ؓ سے کہا: ''اے ابوبکر! میں دیکھتا ہوں کہ تو کمزور و ناتواں لوگوں کو آزاد کرواتا ہے، تو ایسے کیوں نہیں کرتا کہ اب جب تو نے لوگوں کو آزاد کروانا ہو تو صحت مند اور توانا لوگوں کو آزاد کروا، تاکہ وہ تجھے تیرے دشمنوں سے بچا سکیں اور تیرے دفاع کے لیے کمربستہ ہو سکیں۔'' یہ سن کر سیدنا ابوبکر ؓ نے کہا: ''اے والد محترم! میں یہ سارا کچھ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے کرتا ہوں۔'' تو اس بارے میں اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰ وَ مَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝۱۲ وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى ۝۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝۱۴ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۝۱۵ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۱۶ وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝۱۷ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝۱۸ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝۱۹ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝۲۰ وَ لَسَوْفَ يَرْضٰى ﴾

[اللیل : ۵ تا ۲۱]

''پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا جب وہ (گڑھے میں) گرے گا۔ بلاشبہ ہمارے ہی ذمے یقیناً راستہ بتانا ہے۔ اور بلاشبہ ہمارے ہی اختیار میں یقیناً آخرت اور دنیا ہے۔

پس میں نے تمھیں ایک ایسی آگ سے ڈرا دیا ہے جو شعلے مارتی ہے۔ جس میں اس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ اور عنقریب اس سے وہ بڑا پرہیزگار دور رکھا جائے گا۔ جو اپنا مال (اس لیے) دیتا ہے کہ پاک ہو جائے۔ حالانکہ اس کے ہاں کسی کا کوئی احسان نہیں ہے کہ اس کا بدلا دیا جائے۔ مگر (وہ تو صرف) اپنے اس رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے (دیتا ہے) جو سب سے بلند ہے۔ اور یقیناً عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔''

[مستدرك حاكم : ٢/ ٥٢٥، ٥٢٦، ح : ٣٩٤٢، و إسناده حسن لذاته۔ تفسير طبري : ١٢/ ٦١٤، ٦٢٠، ح : ٣٧٤٥٧، ٣٧٤٩٠۔ طبرانی كبير : ٢١/ ١٥، ح : ٣۔ فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ١/ ٦٤، ح : ٦١]

یہ احسانات تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مسلمانوں پر تھے، اب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق غیروں کی آراء بھی ملاحظہ کیجیے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب قبیلہ ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود ثقفی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ سے ڈرانے دھمکانے کی باتیں کیں، تو اس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

((اُمْصُصْ بَظْرَ اللاَّتِ، أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ))

''(عروہ! جا اور) لات کی شرم گاہ چوس! کیا ہم میدان جنگ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟''

یہ سن کر عروہ نے کہا: ''یہ کون ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ''ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں۔'' تو اس نے کہا:

((أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ! لَوْلاَ يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِيْ لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لَأَجَبْتُكَ)) [بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد ...... الخ : ٢٧٣١، ٢٧٣٢]

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ کا مجھ پر وہ

ایک احسان نہ ہوتا جس کا میں اب تک بدلا نہیں دے سکا تو میں تمھیں ضرور جواب دیتا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سردارانِ قریش اور سربراہانِ عرب پر بھی احسانات تھے، جن کی وجہ سے وہ آپ رضی اللہ عنہ کو جواب دینے سے خاموشی ہی میں عافیت سمجھتے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پہلی ہجرت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے والدین کو دین اسلام ہی پر کار بند پایا اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں رسول اکرم ﷺ صبح و شام دونوں وقت ہمارے گھر تشریف نہ لاتے ہوں۔ جب کفار مکہ نے مسلمانوں کو بہت ستایا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کی نیت سے نکلے، جب مقام ''برک غماد'' پہنچے تو وہاں ابن الدغنہ سے ملے، وہ قوم قارہ کا سردار تھا، اس نے پوچھا: ''اے ابوبکر! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« أَخْرَجَنِيْ قَوْمِيْ فَأُرِيْدُ أَنْ أَسِيْحَ فِي الْأَرْضِ وَ أَعْبُدَ رَبِّيْ »

''مجھے میری قوم (قریش) نے نکال دیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ میں زمین میں سیر و سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔''

ابن الدغنہ نے کہا:

« فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ، إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ »

''اے ابوبکر! تجھ جیسے لوگ نہ از خود نکلتے ہیں اور نہ نکالے جاتے ہیں۔ بلاشبہ تم مفلسوں کے لیے کماتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہو،

مہمان نوازی کرتے ہو اور حق پر قائم رہنے کی وجہ سے کسی پر آنے والی مصیبتوں میں اس کی مدد کرتے ہو۔"

پھر کہنے لگا: "میں تمھیں پناہ دیتا ہوں، لہٰذا تم واپس لوٹ جاؤ اور اپنے شہر ہی میں اپنے رب کی عبادت کرو۔" تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔ ابن الدغنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا اور شام کے وقت قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور ان سے کہا:

« إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ، أَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ، وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ »

"بے شک ابوبکر جیسا (عمدہ) آدمی نہ خود نکلتا ہے اور نہ نکالا جاتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو مفلسوں کے لیے کماتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، دوسروں کا بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور حق پر قائم رہنے کی وجہ سے کسی پر آنے والی مصیبتوں میں اس کی مدد کرنے والا ہے۔"

قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ کو رد نہیں کیا (منظور کر لیا) اور ابن الدغنہ سے کہا: "تم ابوبکر کو سمجھا دو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں، وہیں نماز پڑھیں اور (قرآن میں سے) جو چاہے پڑھیں، لیکن اس سے ہمیں اذیت نہ دیں اور نہ اس کو علانیہ (لوگوں کے سامنے) پیش کریں، کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتیں اور ہمارے بچے اس فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔" تو ابن الدغنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ سب باتیں کہہ دیں۔ سو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی شرط پر مکہ میں رہے، وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے اور علانیہ نماز نہ پڑھتے اور نہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور قرآن پڑھتے، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ سوچا اور اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی اور اس میں نماز پڑھنا شروع کی اور قرآن کی تلاوت بھی، تو وہاں مشرکین کی عورتوں اور ان کے بچوں کا مجمع لگ جاتا، وہ سب

(قرآن سنتے اور) انھیں حیرت و تعجب کے ساتھ دیکھتے رہتے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رونے والے آدمی تھے، جب وہ قرآن پڑھتے تو اپنے آنسو نہ روک سکتے تھے۔ اس صورتِ حال سے مشرکین قریش کے سردار گھبرا گئے اور ابن الدغنہ کو بلایا، وہ ان کے پاس آیا تو سردارانِ قریش نے کہا: ”ہم نے ابوبکر کو تیری پناہ میں دینا اس شرط پر قبول کیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کریں، لیکن اس نے اس شرط کے خلاف کیا اور اس نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا لی ہے، وہ وہاں کھلے عام نماز ادا کرتے ہیں اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں اور ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہمارے بچے اور عورتیں گمراہ نہ ہو جائیں، لہٰذا تم ابوبکر کو اس بات سے روکو، اگر وہ صرف اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں تو کرتے رہیں اور اگر وہ یہ بات نہ مانیں اور علانیہ عبادت کرنے پر ڈٹے رہیں تو ان سے کہو کہ وہ تمھاری پناہ واپس دے دیں، کیونکہ ہم تمھاری پناہ توڑنا پسند نہیں کرتے اور یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ ابوبکر علانیہ عبادت کریں۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ”ابن الدغنہ (یہ سب سن کر) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ”جس شرط کے ساتھ میں نے آپ کے ساتھ عہد کیا تھا وہ آپ کو معلوم ہے، اب آپ یا اس شرط پر قائم رہیں یا میرے عہد کو واپس کر دیں، کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب کے لوگ یہ خبر سنیں کہ میں نے جس شخص کو امان دی تھی اس کی امان توڑ دی گئی۔“ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« فَإِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَأَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ »

[بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ …… الخ : ٣٩٠٥]

”میں تجھے تیری امان واپس کرتا ہوں اور میں اللہ عزوجل کی پناہ پر راضی ہوں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

مکہ مکرمہ کے انھی ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیاری بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دو مرتبہ خواب میں دیکھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ ، إِذَا رَجُلٌ يَحْمِلُكِ فِي سَرَقَةِ حَرِيْرٍ ، فَيَقُوْلُ هٰذِهِ امْرَأَتُكَ ، فَأَكْشِفُهَا فَإِذَا هِيَ أَنْتِ ، فَأَقُوْلُ إِنْ يَّكُنْ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ » [بخاري، كتاب النكاح، باب نكاح الأبكار : ٥٠٧٨]

”(اے عائشہ!) مجھے خواب میں تم دو مرتبہ دکھائی گئی ہو۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص (فرشتے) نے تجھے ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اٹھایا ہوا ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہیں، میں نے جو اس کپڑے کو کھولا تو وہ تم تھیں۔ میں نے کہا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اسے ضرور پورا کر کے رہے گا۔“

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے لیے ان کے والد محترم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

« إِنَّمَا أَنَا أَخُوْكَ »

”میں تو آپ کا بھائی ہوں۔“

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَنْتَ أَخِيْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَكِتَابِهِ ، وَهِيَ لِيْ حَلَالٌ » [بخاري، كتاب النكاح، باب تزويج الصغار من الكبار : ٥٠٨١]

”تم اللہ کے دین اور اس کی شریعت میں میرے (دینی) بھائی ہو (حقیقی بھائی نہیں ہو، لہٰذا) اس سے نکاح میرے لیے جائز ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے جب مجھ سے نکاح کیا تو میری عمر چھ (٦) برس تھی اور جب میری رخصتی ہوئی تو اس وقت میری عمر نو (٩) برس تھی اور میں نو برس تک آپ ﷺ کے پاس رہی۔ [بخاري، كتاب النكاح، باب إنكاح الرجل ولده الصغار : ٥١٣٣]

ہجرتِ مدینہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ

جب قریش کی ایذا رسانیاں حد سے بڑھ گئیں، مسلمانوں کو ستانے میں انھوں نے کوئی کسر باقی نہ رکھی اور مسلمانوں کے لیے دین پر عمل پیرا رہنا ممکن نہ رہا، تو اس کے نتیجہ میں دو بار حبشہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ مسلمان اپنا دین اور ایمان محفوظ رکھنے کے لیے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔ ہجرت حبشہ کے بعد ہجرت مدینہ کا وقت آیا تو دیگر مسلمانوں کی طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا:

> «إِنِّيْ أُرِيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ»
>
> ”مجھے تم لوگوں کی ہجرت کا مقام دکھایا گیا، وہاں کھجور کے درخت ہیں اور دونوں طرف پتھریلے میدان ہیں (یعنی مدینہ کے دونوں پتھریلے میدان) اور وہ ”حَرَّتین“ ہیں۔“

تو جن مسلمانوں میں استطاعت تھی وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور بہت سے وہ مسلمان بھی مدینہ میں لوٹ آئے تھے جو حبشہ کی طرف (اس سے پہلے) ہجرت کر چکے تھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ جانے کی تیاری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”آپ ٹھہر جائیں! مجھے امید ہے کہ مجھے بھی (ہجرت کی) اجازت مل جائے گی۔“ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« وَهَلْ تَرْجُوْ ذٰلِكَ بِأَبِيْ أَنْتَ ؟ »

”آپ پر میرا باپ قربان! کیا آپ کو یہ امید ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں!“ سو سیدنا ابوبکر ؓ رک گئے اور اپنی دو اونٹنیوں کو، جو ان کے پاس تھیں، چار ماہ تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے (اس سے اونٹ خوب تیز ہو جاتا ہے اور اس میں پیاس برداشت کرنے کی قوت بھی بڑھ جاتی ہے)۔ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٥]

ہجرتِ مدینہ میں سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء ؓ کا کردار

ہجرتِ مدینہ میں خانوادۂ ابوبکر ؓ کا کردار بھی بڑا نمایاں رہا۔ سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں:

« فَبَيْنَمَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوْسٌ فِيْ بَيْتِ أَبِيْ بَكْرٍ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِأَبِيْ بَكْرٍ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَنِّعًا ، فِيْ سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِيْنَا فِيْهَا ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ فِدًى لَّهُ أَبِيْ وَأُمِّيْ وَاللّٰهِ ! مَا جَاءَ بِهِ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا أَمْرٌ ، قَالَتْ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِيْ بَكْرٍ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِيْ أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ فَإِنِّيْ قَدْ أُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ الصَّحَابَةَ بِأَبِيْ أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ ، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ فَخُذْ بِأَبِيْ أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِحْدٰى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالثَّمَنِ ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَجَهَّزْنَاهُمَا أَحَثَّ الْجِهَازِ وَصَنَعْنَا لَهُمَا سُفْرَةً فِيْ جِرَابٍ فَقَطَعَتْ أَسْمَاءُ

بِنْتُ أَبِيْ بَكْرٍ قِطْعَةً مِّنْ نِطَاقِهَا فَرَبَطَتْ بِهٖ عَلٰى فَمِ الْجِرَابِ فَبِذٰلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ »

’’ایک دن ہم ٹھیک دوپہر کے وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کہنے والے نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ مبارک ڈھانپے ہوئے ایسے وقت میں تشریف لا رہے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا وقت نہیں ہے۔ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ کی قسم! آپ جو اس وقت آئے ہیں تو ضرور کوئی ضروری کام ہے۔‘‘ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اندر آنے کی اجازت طلب کی، جب اجازت دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ’’جو لوگ تمھارے پاس ہیں انھیں یہاں سے بھیج دو (یعنی تنہائی میں بات کرنی ہے)۔‘‘ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’اے اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر قربان، یہ آپ کے گھر والے ہی ہیں۔‘‘ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔‘‘ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’اے اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر قربان، کیا آپ مجھے اپنا ساتھ نصیب فرمائیں گے؟‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہاں!‘‘ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’اے اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر قربان، ان دونوں اونٹنیوں میں سے جو اونٹنی آپ کو پسند ہے لے لیجیے۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(ٹھیک ہے، مگر میں) قیمت ادا کروں گا۔‘‘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سفرِ ہجرت کا ارادہ کر لیا تو) ہم نے جلدی سے دونوں کا سامانِ سفر تیار کر کے ایک چمڑے کے تھیلے میں رکھا تو اسماء (رضی اللہ عنہا) نے اپنا کمر بند پھاڑا اور اس سے تھیلے کا منہ باندھا، تو (اسی وجہ سے) ان کا نام ذات النطاقین رکھا گیا۔‘‘

[بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة: ٣٩٠٥، ٣٩٠٧]

سیدنا ابو بکر ؓ کا کفار مکہ پر اظہار افسوس

سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: ”جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکلے تو ابو بکر ؓ نے ” إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ “ پڑھا اور کہا:

((أُخْرِجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَيَهْلِكُنَّ))

”رسول اللہ ﷺ (مکہ سے) نکال دیے گئے ہیں، اب یہ (کفار مکہ) ضرور تباہ و برباد ہوں گے۔“

تو اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ ﴾

[الحج : ۳۹]

”ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔“ سیدنا ابو بکر ؓ یہ بات جان گئے تھے کہ اب کفار (تباہ و برباد ہوں گے اور ان) سے عنقریب قتال ہوگا۔“ [مستدرك حاكم : ۳/ ۸۰۷ : ۴۲۷۱، و إسناده صحيح۔ مسند أحمد : ۱/ ۲۱۶، ح : ۱۸۷۰]

سیدنا عبد اللہ بن ابو بکر ؓ کا کردار

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: ”رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر ؓ دونوں (مکہ سے تین میل پر) ثور پہاڑ کی غار میں چلے گئے۔ وہاں آپ ﷺ اور سیدنا ابو بکر ؓ تین راتیں (چھپے) رہے۔ عبد اللہ بن ابو بکر (ؓ) جو کڑیل نوجوان، معاملہ فہم اور ذہین و فطین تھے، رات غار میں جا کر ان کے پاس رہتے اور سحری کے وقت واپس چلے آتے اور صبح قریش مکہ کے ساتھ اس حال میں کرتے جیسے رات مکہ ہی میں گزاری ہو اور پھر جتنی باتیں نبی ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کو نقصان پہنچانے کی سنتے، وہ یاد رکھتے اور رات کا اندھیرا ہوتے ہی (غار میں آ کر) نبی ﷺ اور ابو بکر ؓ کو بتا دیتے۔“ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار،

باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٥]

عامر بن فہیرہ مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ کا کردار

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، وہ ایک دودھیل بکری ریوڑ میں سے روک رکھتا (اس کا دودھ نہ دوہتا) اور جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا تو وہ بکری اس غار میں لے آتا اور دونوں صاحب تازہ اور گرم دودھ پی کر رات بسر کرتے۔ یہاں تک کہ عامر بن فہیرہ اندھیرے ہی میں بکریوں کو آواز دینا شروع کرتا، وہ تین راتیں مسلسل ایسا ہی کرتا رہا۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٥]

راستہ بتلانے کے لیے ماہر گائیڈ کا اہتمام

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی عبد بن عدی کی ایک شاخ قبیلہ بنی الدِیل میں سے ایک شخص کو اجرت پر راستہ بتلانے کے لیے مقرر کیا، یہ شخص راستوں کا بڑا ماہر تھا اور یہ عاص بن وائل سہمی کے خاندان کا حلیف تھا (اس نے خون میں ہاتھ ڈبو کر ان کے ساتھ حلف کیا تھا) اور یہ کفارِ قریش کے دین پر تھا۔ (یعنی اگرچہ یہ شخص شرک پر تھا لیکن قابل اعتماد اور اچھے اخلاق کا مالک تھا) تو نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے امین ٹھہرایا اور اس پر بھروسا کرتے ہوئے اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کیں اور اس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ تین راتوں کے بعد اونٹنیاں لے کر غار ثور پر آ جائے۔ تو وہ حسبِ وعدہ تیسری رات کی صبح کو اونٹنیاں لے کر آیا اور آپ دونوں کے ساتھ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور راستہ بتانے والا شخص روانہ ہوئے اور اس گائیڈ نے ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا۔'' [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٥]

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غار میں بھی نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی فکر

جس وقت مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے غار ثور کے قریب پہنچ گئے

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر دامن گیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطمینان دلایا اور اللہ کی معیت کا مژدہ سنایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غار میں عرض کی:

« لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا »

”اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈالی تو ہمیں دیکھ لے گا۔“

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ! بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا؟ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب المهاجرين و الأنصار : ٣٦٥٣۔ مسلم : ٢٣٨١]

”اے ابوبکر! ان دو آدمیوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہو؟“

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تصویر کشی اس آیت میں کی ہے:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٤٠]

”اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عازب رضی اللہ عنہ سے ایک پالان خریدا اور میں اسے ان کے ساتھ اٹھا کر لایا تھا۔ براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عازب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت کا حال پوچھا، تو انھوں نے بتایا:

((أُخِذَ عَلَيْنَا بِالرَّصَدِ فَخَرَجْنَا لَيْلاً فَأَحْثَثْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتَّى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ ثُمَّ رُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ فَأَتَيْنَاهَا وَلَهَا شَيْءٌ مِنْ ظِلٍّ قَالَ فَفَرَشْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْوَةً مَعِي ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ أَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَإِذَا أَنَا بِرَاعٍ قَدْ أَقْبَلَ فِيْ غُنَيْمَةٍ يُرِيْدُ مِنَ الصَّخْرَةِ مِثْلَ الَّذِي أَرَدْنَا فَسَأَلْتُهُ لِمَنْ أَنْتَ يَا غُلَامُ !؟ فَقَالَ أَنَا لِفُلَانٍ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ فِيْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ ؟ قَالَ نَعَمْ ، قُلْتُ لَهُ هَلْ أَنْتَ حَالِبٌ ؟ قَالَ نَعَمْ ، فَأَخَذَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ فَقُلْتُ لَهُ انْفُضِ الضَّرْعَ قَالَ فَحَلَبَ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَمَعِيَ إِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ عَلَيْهَا خِرْقَةٌ قَدْ رَوَّأْتُهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى رَضِيْتُ ثُمَّ ارْتَحَلْنَا وَالطَّلَبُ فِيْ إِثْرِنَا)) [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ ...... الخ : ٣٩١٧]

”چونکہ ہماری نگرانی ہو رہی تھی (یعنی کفار ہماری تاک میں تھے)، اس لیے ہم (غار سے) رات کے وقت باہر آئے اور پوری رات اور دن بھر بہت تیزی کے ساتھ چلتے رہے، جب دوپہر ہوئی تو ہمیں ایک چٹان دکھائی دی، ہم اس کے

قریب پہنچے تو اس کی آڑ میں تھوڑا سا سایہ بھی موجود تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چمڑا بچھا دیا، جو میرے پاس تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لیٹ گئے اور میں قرب و جوار کی گرد جھاڑنے لگا۔ اتفاق سے ایک چرواہا جو اپنی بکریوں کے تھوڑے سے ریوڑ کے ساتھ اسی چٹان کی طرف آ رہا تھا، اس کا مقصود بھی اس چٹان سے وہی تھا جس کے لیے ہم یہاں آئے تھے (یعنی سایہ حاصل کرنا)، میں نے اس سے پوچھا، لڑکے! تو کس کا غلام ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں کا، میں نے اس سے پوچھا، کیا تم اپنی بکریوں سے کچھ دودھ نکال سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں! پھر وہ اپنے ریوڑ سے ایک بکری لایا، تو میں نے اس سے کہا کہ پہلے اس کا تھن جھاڑ لو۔ انھوں نے بیان کیا کہ پھر اس نے کچھ دودھ دوہا۔ میرے پاس پانی کا ایک چھاگل (چمڑے کی چھوٹی سی مشک) تھی، اس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ یہ پانی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ساتھ رکھا تھا۔ میں نے وہ پانی اس دودھ پر اتنا ڈالا کہ وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا، تو میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! دودھ نوش فرمائیے، تو آپ نے اسے نوش فرمایا، جس سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ہم نے پھر کوچ شروع کیا اور ڈھونڈنے والے ہماری تلاش میں تھے۔"

سراقہ کا تعاقب اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے مستعد

سراقہ بن مالک بن جعشم المدلجی بیان کرتے ہیں: "ہمارے پاس کفارِ قریش کے ایلچی آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک کے قتل کرنے یا پکڑ کر لانے پر دیت (یعنی سو اونٹ انعام) کا وعدہ کیا۔ تو میں اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں میری قوم کا ایک شخص آیا اور ہمارے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، ہم لوگ

بیٹھے ہوئے تھے، اس نے کہا: ''اے سراقہ! میں ابھی ساحل پر چند آدمیوں کے سائے دیکھ کر آ رہا ہوں، میرا خیال ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی ہیں۔'' سراقہ کہتے ہیں کہ میں (دل میں) پہچان گیا کہ یہ وہی لوگ ہوں گے، لیکن میں نے اس سے کہا کہ یہ لوگ وہ (محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی) نہیں ہیں، تو نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہوگا، جو ابھی ابھی ہمارے سامنے سے گئے ہیں، پھر میں گھڑی بھر اسی مجلس میں بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر اپنے گھر گیا اور اپنی لونڈی سے کہا: ''میری گھوڑی نکال اور ٹیلے کی دوسری جانب جا کر گھوڑی کو میرے لیے روکے رکھ۔'' پھر میں نے اپنا نیزہ سنبھالا اور گھر کے پچھلے دروازے سے نیزہ کی بھال (نوک) کو زمین پر لگاتے ہوئے (یا بھال سے زمین پر لکیر کھینچتے ہوئے) باہر نکلا اور نیزے کا اوپر کا حصہ جھکا دیا اور اسی طرح اپنی گھوڑی کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو گیا اور میں نے اسے تیز دوڑایا، تا کہ وہ جلدی پہنچا دے۔ جب میں ان (نبی ﷺ اور ان کے ساتھیوں) کے قریب پہنچا تو میری گھوڑی نے ٹھوکر کھائی اور میں اس سے گر پڑا، پھر میں اٹھ کر کھڑا ہوا اور ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس میں سے تیر نکالے اور ان سے فال لی کہ کیا میں ان کو ضرر پہنچا سکوں گا یا نہیں، تو فال سے وہ بات نکلی جسے میں برا سمجھتا تھا، (لیکن اونٹوں کے لالچ میں) میں پھر اپنی گھوڑی پر سوار ہوا اور فال کے خلاف کیا۔ میری گھوڑی مجھے لے کر (دوبارہ آپ ﷺ) کے قریب پہنچ گئی، یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی اور آپ (ﷺ) ادھر اُدھر نہیں دیکھ رہے تھے، جبکہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بار بار ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے، اتنے میں میری گھوڑی کے پاؤں زمین میں دھنس گئے، یہاں تک کہ گھٹنوں تک زمین میں غائب ہو گئے اور میں اس کے اوپر سے گر پڑا، پھر میں نے اسے ڈانٹا تو اس نے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن وہ اپنے گھٹنے زمین سے نہ نکال سکی، پھر جب وہ (مشکل سے) سیدھی کھڑی ہوئی تو اس کے آگے کے پاؤں سے منتشر سا غبار اٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔ میں نے (دوبارہ) تیروں سے فال نکالی اور

اس دفعہ بھی وہی فال نکلی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا۔ آخر میں نے انھیں امان کے لیے پکارا تو وہ رک گئے، پھر میں اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ ان تک برے ارادے کے ساتھ پہنچنے سے جس طرح مجھے روک دیا گیا تھا، اس سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت غالب آ کر رہے گی۔ اس لیے میں نے ان سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کے سر کی قیمت سو اونٹ مقرر کی ہے اور میں نے وہ سب خبریں بیان کیں جو لوگ ان کے ساتھ چاہتے تھے اور میں نے ان کے سامنے زاد راہ (کھانا) اور (سفر کا) سامان پیش کیا، لیکن انھوں نے مجھ سے کچھ نہ لیا اور نہ مجھ سے کسی چیز کا مطالبہ کیا، سوائے اس کے کہ ہمارا حال پوشیدہ رکھنا، تو میں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لیے امن کی ایک تحریر لکھ دیں، تو آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا، انھوں نے مجھے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان لکھ دی اور پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہو گئے۔‘‘ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٦]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑی عمر کے معلوم ہوتے تھے اور لوگوں میں ان کی جان پہچان بھی تھی، جبکہ رسول اللہ ﷺ ابھی جوان معلوم ہوتے تھے اور لوگ آپ کو پہچانتے بھی نہ تھے۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب راستے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کوئی ملتا اور پوچھتا: ’’اے ابوبکر! یہ تمھارے ساتھ کون صاحب ہیں؟‘‘ تو آپ رضی اللہ عنہ جواب دیتے:

« هٰذَا الرَّجُلُ يَهْدِيْنِي السَّبِيْلَ »

’’یہ میرے ہادی ہیں، مجھے راستہ بتاتے ہیں۔‘‘

اس جواب سے پوچھنے والا یہ سمجھتا کہ (سفر میں) راستہ بتلانے والا ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مطلب اس کلام سے یہ تھا کہ آپ ﷺ خیر کا (یعنی دین و ایمان کا) راستہ بتلاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک سوار نظر آیا جو ان کے قریب آ چکا تھا۔ تو انھوں

نے کہا:

﴿ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا فَارِسٌ قَدْ لَحِقَ بِنَا ﴾

''اے اللہ کے رسول! یہ سوار آ گیا اور اب ہمارے قریب ہی پہنچنے والا ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے مڑ کر دیکھا اور (اس کے خلاف) دعا کی:

﴿ اَللّٰهُمَّ اصْرَعْهُ ﴾

''اے اللہ! اسے گرا دے۔''

چنانچہ گھوڑی نے اسے گرا دیا، پھر جب وہ ہنہناتی ہوئی اٹھی تو سوار (سراقہ) نے کہا:

''اے اللہ کے نبی! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ فَقِفْ مَكَانَكَ لَا تَتْرُكَنَّ أَحَدًا يَلْحَقُ بِنَا ﴾

''تو اپنی جگہ کھڑا رہ اور دیکھ کسی کو ہماری طرف نہ آنے دینا۔''

راوی بیان کرتے ہیں کہ وہی شخص جو صبح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھا جب شام ہوئی تو وہی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہتھیار تھا (یعنی دشمن کو آپ سے روکنے والا تھا)۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ پہنچ کر) حرہ کے قریب قیام کیا اور انصار کو بلا بھیجا۔ اکابر انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، انھیں سلام کیا اور عرض کی: ''آپ دونوں سوار ہو جائیں، آپ کی حفاظت اور فرماں برداری کی جائے گی۔'' چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سوار ہو گئے اور ہتھیار بند انصار نے آپ دونوں کو حلقہ میں لے لیا۔ ادھر مدینہ میں زبانوں پر ایک ہی نعرہ تھا: ﴿ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ، جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ﴾ ''اللہ کے نبی تشریف لے آئے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔'' تو وہ سب لوگ آپ کو دیکھنے کے لیے بلند جگہ چڑھ گئے اور کہنے لگے:

﴿ جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ، جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ﴾

''اللہ کے نبی آ گئے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔''

آپ ﷺ (مدینہ کی طرف) چلتے رہے اور (مدینہ پہنچ کر) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس سواری سے نیچے اترے۔ [بخاري، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ …… الخ : ٣٩١١]

مدینہ منورہ آمد پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کردار

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی، جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام سے واپس آ رہے تھے۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سفید پوشاک پہنائی۔ ادھر مدینہ میں مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے مکہ سے نکلنے کی خبر سنی تو وہ ہر روز صبح کو مقام ”حرہ“ تک آتے اور آپ کا انتظار کرتے رہتے، یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی (کی شدت) انھیں واپس (ہونے پر مجبور) کر دیتی۔ ایک دن وہ بہت انتظار کے بعد واپس پلٹے۔ جب اپنے گھروں میں پہنچے، تو ایک یہودی کسی کام کی غرض سے اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر چڑھا، تو اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو سفید لباس میں آتے ہوئے دیکھا (یا دیکھا کہ تیزی سے جلدی جلدی آ رہے ہیں) کہ سراب ان سے چھپ گیا (یعنی جتنا آپ نزدیک ہو رہے ہیں اتنی ہی دور سے پانی کی طرح ریت کا چمکنا کم ہوتا جاتا ہے)۔ تو وہ یہودی بے اختیار بلند آواز سے پکار اٹھا کہ اے گروہ عرب! یہ تمھارا سردار جس کا تم انتظار کر رہے تھے (آ پہنچا)، تو مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکے اور حرہ میں جا کر رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ تو آپ ﷺ ان کے ساتھ دائیں جانب مڑے، یہاں تک کہ بنی عروہ بن عوف کے محلّہ میں جا کر رکے اور یہ ربیع الاول کا مہینا اور پیر کا دن تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں سے ملنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے تو انصار کے کچھ لوگ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہیں تھا، وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (نبی ﷺ سمجھ کر) سلام کرتے رہے، یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ پر دھوپ آنے لگی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور

آپ ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کیا۔ تو اس وقت (سب) لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا۔[بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة : ٣٩٠٦]

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے شاندار مناظر

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدینہ تشریف آوری پر تقریباً پانچ سو انصار نے آپ ﷺ کا شان دار استقبال کیا اور انصار کی زبانوں پر یہ جملہ تھا: ((اِنْطَلَقَا آمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ)) ”آپ دونوں بے خوف و خطر تشریف لائیں، آپ کی اطاعت کی جائے گی۔“ [مسند أحمد : ٣/ ٢٢٢، ح : ١٣٣٢٣، و إسناده صحيح۔ مسند أبي يعلى : ٣/ ٢٣٦، ح : ٣٤٧٣]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حبشہ کے لوگوں نے آپ کی آمد کی خوشی میں اپنے نیزوں کے ساتھ (جہادی) کھیل پیش کیا۔“ [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في الغناء : ٤٩٢٣، و إسناده صحيح]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”جس دن رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ میں داخل ہوئے اس دن سے زیادہ روشن اور خوب صورت دن میں نے اور کوئی نہیں دیکھا“ [مسند أحمد : ٣/ ١٢٢، ح : ١٢٢٤٢، و إسناده صحيح۔ ترمذي : ٣٦١٨]

خضاب کا استعمال

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ (مدینہ منورہ) تشریف لائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی آپ کے اصحاب میں ایسا نہیں تھا جس کے بال سفید ہو رہے ہوں، اس لیے آپ نے مہندی اور وسمہ کا (خضاب) استعمال کیا تھا۔[بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ …… الخ : ٣٩١٩]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے اصحاب میں سب سے زیادہ عمر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تھی، اس لیے انھوں نے مہندی اور

وسمہ کا خضاب استعمال کیا، اس سے آپ کے بالوں کا رنگ خوب سرخ مائل بہ سیاہی ہو گیا۔“ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ …… الخ : ٣٩٢٠]

اپنی بیوی ام بکر کو طلاق دینا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ”سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ کلب کی ام بکر نامی ایک عورت سے شادی کی تھی، جب انھوں نے ہجرت کی تو اسے طلاق دے دی۔“ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ٣٩٢١]

مدینہ منورہ پہنچ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخار آنا

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”(مدینہ منورہ پہنچ کر) جب میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہوا تو آپ کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں، انھیں سخت بخار تھا۔ میں نے ان کے والد کو دیکھا کہ انھوں نے ان کے رخسار پر بوسہ دیا اور دریافت کیا:

« كَيْفَ أَنْتِ يَا بُنَيَّةُ ! » [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ …… الخ : ٣٩١٨]

”بیٹی! طبیعت کیسی ہے؟“

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بخار آنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سیدنا ابو بکر اور بلال رضی اللہ عنہما بخار میں مبتلا ہو گئے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ”اے ابا جان! (اب) طبیعت کیسی ہے؟ اور اے بلال! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جب بخار میں مبتلا ہوتے تو یہ شعر پڑھتے:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِيْ أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

’’ہر شخص اپنے اہل وعیال میں صبح کرتا ہے اور موت (اس سے) اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب مقدم النبي ﷺ وأصحابه المدينة : ٣٩٢٦]

باب 02

جہادی میدانوں میں

- ابوبکر رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں
- صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ میدانِ اُحد میں
- کفار کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پیش قدمی
- صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں
- ابوبکر رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کے پہلے علم بردار
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فتح مکہ میں
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین میں
- غزوۂ تبوک اور اللہ کی راہ میں مال کا عطیہ

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، وَخَرَجْتُ فِيْمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبَعْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُوْ بَكْرٍ، وَمَرَّةً أُسَامَةُ » [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث النبي ﷺ أسامة ......الخ : ٤٢٧١]

”میں نے سات غزوات میں نبی ﷺ کے ساتھ شرکت کی، اس کے علاوہ دیگر نو (۹) جنگی مہمات (سرایا) میں، جنھیں رسول اللہ ﷺ روانہ فرمایا کرتے تھے شرکت کی، کبھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہوتے تھے اور کبھی سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ“

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میدانِ جہاد میں

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ انھوں نے دین کی نصرت و تائید کے لیے جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور غزوۂ بدر سے لے کر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ جہاد رہے۔

جنگی معرکوں کی قیادت کرتے ہوئے:

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، وَخَرَجْتُ فِيْمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبَعْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُوْ بَكْرٍ، وَمَرَّةً أُسَامَةُ » [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث النبي صلی اللہ علیہ وسلم أسامة ......الخ : ٤٢٧١]

”میں نے سات غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی، اس کے علاوہ دیگر نو (۹) جنگی مہمات (سرایا) میں، جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ فرمایا کرتے تھے شرکت کی، کبھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہوتے تھے اور کبھی سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ۔“

ابوبکر رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں

سب سے پہلے جہاد کے حق میں مشورہ دینے والے

ہجرت کے دوسرے سال جب حق و باطل کا اولین معرکۂ بدر ہوا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اس معرکہ میں پیش پیش تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ قریش کا تجارتی قافلہ بچ کر نکل گیا ہے اور سردارانِ مکہ جنگ پر مصر ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ ، حِيْنَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِيْ سُفْيَانَ ، قَالَ فَتَكَلَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ ، ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ إِيَّانَا تُرِيْدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ !؟ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ! لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا ، وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا ، قَالَ فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ ، فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْا بَدْرًا » [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة بدر : ١٧٧٩]

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسفیان کے قافلے کے آنے کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا، پھر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی لیکن آپ ﷺ تب بھی مخاطب نہ ہوئے، آخر (انصار کے سردار) سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور انھوں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! آپ ہماری رائے پوچھنا چاہتے ہیں؟ تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں، تو ہم ضرور ڈال دیں گے اور اگر آپ حکم دیں کہ ہم گھوڑوں کو برک الغماد تک بھگا دیں (جو مدینہ سے بہت دور ایک مقام ہے) تو ہم ضرور (آپ کا حکم مانتے ہوئے) ایسا کریں گے۔“ تب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بلایا اور وہ چلے یہاں تک کہ میدانِ بدر میں پہنچے۔“

فتح ونصرت کی بشارت اور رسول اللہ ﷺ کے پہلو بہ پہلو قتال

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن یہ دعا کی تھی:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ ، اَللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ»

”اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور تیرے وعدے کا واسطہ دیتا ہوں، اگر تو چاہے (کہ یہ کافر آج غالب ہوں تو پھر مسلمانوں کے ختم ہو جانے کے بعد زمین پر) تیری عبادت نہیں ہوگی۔“

اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کی: «حَسْبُكَ» ”(اے اللہ کے رسول!) بس اتنا ہی کافی ہے۔“ (اس کے بعد) آپ ﷺ (اپنے خیمہ سے) باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ اس آیت کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے:

﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴾ [القمر : ٤٥]

”عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔“

[بخاري، كتاب المغازي، باب قول اللّٰه تعالى : ﴿ إذ تستغيثون ربكم...... ﴾ : ٣٩٥٣]

ایک دوسری روایت میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کو دیکھا کہ وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے اصحاب تین سو انیس (۳۱۹) تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ پھیلا دیے اور اپنے پروردگار کو پکارنے لگے:

((اَللّٰهُمَّ ! أَنْجِزْ لِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ ، اَللّٰهُمَّ! آتِ مَا وَعَدْتَنِيْ ، اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ))

''اے اللہ! تو نے جو وعدہ مجھ سے کیا ہے وہ پورا کر۔ اے اللہ! تو مجھے وہ عطا کر دے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا۔ اے اللہ! اگر تو مسلمانوں کی اس جماعت کو تباہ کر دے گا تو پھر زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ رخ ہو کر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے مسلسل اپنے رب کو پکارتے رہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک آپ کے کندھوں سے نیچے گر گئی۔ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ کے کندھوں پر ڈال دی، پھر پیچھے سے آپ سے لپٹ گئے اور عرض کی:

((يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ! كَفَاكَ مُنَاشَدَتَكَ رَبَّكَ ، فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ))

''اے اللہ کے نبی! (بس کیجیے) آپ کی اپنے رب سے کی ہوئی یہ دعا کافی ہے، اب اللہ تعالیٰ اپنا وہ وعدہ پورا کرے گا جو اس نے آپ سے کیا ہے۔''

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

﴿ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ﴾ [الأنفال : ٩]

''جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کر لی کہ

بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرشتوں کے ذریعے سے کی۔ [مسلم، کتاب الجھاد، باب الإمداد بالملائکة ...... الخ : ۱۷۶۳]

اسیرانِ بدر کے بارے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ”(غزوۂ بدر میں) جب قیدی گرفتار ہو کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ”ان قیدیوں کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟“ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

« يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ! هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيْرَةِ أَرَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً فَتَكُوْنُ لَنَا قُوَّةً عَلَى الْكُفَّارِ ، فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ »

”اے اللہ کے نبی! یہ ہمارے چچا زاد بھائی اور خاندان ہی کے لوگ ہیں، سو میری رائے تو یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے، تاکہ (اس رقم سے) کفار کے مقابلے میں ہمیں قوت حاصل ہو اور کیا عجب کہ اللہ انھیں اسلام کی ہدایت دے دے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابن خطاب! تمھاری کیا رائے ہے؟“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا:

« لَا ، وَاللّٰهِ ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! مَا أَرَى الَّذِيْ رَأَى أَبُوْ بَكْرٍ ، وَلٰكِنِّيْ أَرٰى أَنْ تُمَكِّنَّا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ ، فَتُمَكِّنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيْلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ ، وَتُمَكِّنِّيْ مِنْ فُلَانٍ نَسِيْبًا لِعُمَرَ ، فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَ صَنَادِيْدُهَا »

> ”نہیں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میری رائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی رائے کے موافق نہیں ہے، میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کیجیے، تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں، عقیل کو علی (رضی اللہ عنہ) کے حوالے کیجیے، تاکہ وہ اس کی گردن اڑا دیں اور میرے حوالے فلاں کو کیجیے، تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں، اس لیے کہ یہ لوگ کفر کے سرغنے اور سردار ہیں۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے قبول کی اور میری رائے نظر انداز کر دی، پھر جب دوسرے دن صبح ہوئی تو میں آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! مجھے بھی بتلایے کہ آپ اور آپ کا دوست کیوں رو رہے ہیں، تاکہ اگر مجھے بھی رونا آئے تو میں بھی روؤں، وگرنہ آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے والی صورت ہی بنا لوں۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> « أَبْكِي لِلَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنْ أَخْذِهِمُ الْفِدَاءَ، لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ أَدْنٰى مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ »

> ”میں اس فیصلے کی مشاورت کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمھارے ساتھیوں نے قیدیوں کے فدیہ لے کر چھوڑنے کے سلسلہ میں مجھے دی تھی۔ اب میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا۔“

اس وقت نبی ﷺ کے قریب ایک درخت تھا اور اللہ عزوجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

> ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ﴾ [الأنفال : ٦٧ تا ٦٩]

”کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تو جو کچھ تم نے لیا اس کی وجہ سے تمھیں بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ سو اس میں سے کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی، اس حال میں کہ حلال، طیب ہے۔“

الغرض! اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا۔“ [مسلم، كتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم : ۱۷٦۳]

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ میدانِ اُحد میں

اس غزوہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ ابوسفیان کی اس منادی سے واضح ہوتا ہے کہ جب اس نے میدانِ اُحد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا نام لے کر سوال کرنا شروع کیا، جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ’’احد کے دن مشرکوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی، تو نبی ﷺ نے تیر اندازوں کے ایک دستے کو درّے پر مقرر فرما کر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا اور فرمایا: ’’تم اسی جگہ ڈٹے رہنا، اگر تم دیکھو کہ ہماری فتح ہوگئی ہے تو بھی اس جگہ سے نہ ہلنا اور اگر یہ دیکھو کہ دشمن ہم پر غالب آگیا ہے تو پھر بھی اپنی جگہ چھوڑ کر ہماری مدد نہ کرنا۔‘‘ ہمارا مقابلہ ہوا تو دشمن بھاگ کھڑا ہوا، حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی عورتیں بھی اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے پہاڑوں کی طرف بھاگ رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے ان کی پازیبیں نظر آرہی تھیں، تو اس صورت حال کو دیکھ کر درّے کے لوگوں نے کہنا شروع کر دیا غنیمت، غنیمت۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نبی ﷺ نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا، مگر ساتھیوں نے انکار کر دیا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے (وقتی طور پر) ان کی فتح کو شکست میں بدل دیا اور ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوگئے۔ ابوسفیان نے مسلمانوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا: ’’کیا ان لوگوں میں محمد (ﷺ) موجود ہیں؟‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اسے کوئی جواب نہ دو۔‘‘ پھر اس نے پوچھا: ’’کیا ان لوگوں میں ابن ابی قحافہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) موجود ہیں؟‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اسے کوئی جواب نہ دو۔‘‘ اس نے کہا: ’’کیا ان لوگوں میں ابن خطاب

(رضی اللہ عنہ) موجود ہیں؟'' (جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا) تو کہنے لگا: ''یہ سب لوگ قتل ہو گئے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو میری بات کا جواب ضرور دیتے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے:

« كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ ! أَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُخْزِيْكَ » [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة أحد : ٤٠٤٣]

''اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے تجھے ذلیل و رسوا کرنے کے لیے ابھی انھیں زندہ رکھا ہے۔''

معرکۂ احد میں پیش آنے والے اس سارے منظر نامے سے ثابت ہوا کہ مشرکین کے لیڈر ابوسفیان کو اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ اسلام کے ستون و اساس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

کفار کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پیش قدمی

جب مشرکین مکہ جنگِ احد سے فارغ ہوئے تو راستے میں انھیں خیال آیا کہ ہم نے تو ایک نہایت سنہرا موقع ضائع کر دیا۔ مسلمان شکست خوردگی کی وجہ سے بے حوصلہ اور خوف زدہ ہیں، لہٰذا ہمیں اس سے فائدہ اٹھا کر مدینہ پر بھرپور حملہ کر دینا چاہیے، تاکہ اسلام کا یہ پودا اپنی سرزمین مدینہ ہی میں نیست و نابود ہو جائے۔ ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اندیشہ ہوا کہ شاید وہ پلٹ آئیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لڑنے پر آمادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیار ہو گئے۔ مسلمانوں کا یہ قافلہ جب مدینہ سے آٹھ (۸) میل کے فاصلے پر واقع ''حمراء الاسد'' نامی جگہ پہنچا تو مشرکین کو خوف محسوس ہوا، چنانچہ ان کا ارادہ بدل گیا اور وہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کے بجائے مکہ واپس چلے گئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عروہ بن زبیر سے کہا: ''اے میرے بھانجے! تیرا باپ زبیر اور (نانا) ابوبکر رضی اللہ عنہما بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ [آل عمران: ۱۷۲]

''وہ جنھوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انھیں زخم پہنچا، ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے نیکی کی اور متقی بنے بہت بڑا اجر ہے۔''

ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب احد کے دن تکلیف پہنچی اور مشرکین واپس چلے گئے، تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ دوبارہ واپس نہ آ جائیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ يَّذْهَبُ فِيْ إِثْرِهِمْ ؟ »

”کون ہے جو ان کے تعاقب میں جائے؟“

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر ستر (۷۰) صحابہ نے لبیک کہا، ان میں ابوبکر اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب : ﴿ الذين استجابوا لله والرسول ﴾ : ٤٠٧٧۔ مسلم : ٢٤١٨]

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں

بیت اللہ کی طرف پیش قدمی کا مشورہ

سیدنا مِسوَر اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے سال ایک ہزار سے زیادہ اصحاب کے ساتھ (مکہ کی طرف) روانہ ہوئے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو قربانی کے جانور کے گلے میں پٹا ڈالا، اس کا اشعار کیا (یعنی اس کے کوہان کو بطور علامت معمولی سا چیرا دیا) اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھا۔ پھر نبی ﷺ نے خزاعہ قوم میں سے ایک جاسوس روانہ کیا (کہ قریش کی خبر لائے) اور آپ ﷺ خود چلتے رہے، یہاں تک کہ جب آپ ''غدیر الاشطاط'' پہنچے تو آپ کا جاسوس بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے بتایا کہ قریش کے لوگوں نے آپ کے لیے ایک بڑا لشکر تیار کر رکھا ہے اور بہت سے قبائل کو بلایا ہے، وہ آپ سے لڑیں گے، آپ کو بیت اللہ نہیں جانے دیں گے، وہ آپ کو روکیں گے۔ آپ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا:

«أَشِيْرُوْا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيَّ ، أَتَرَوْنَ أَنْ أَمِيْلَ إِلٰى عِيَالِهِمْ وَ ذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّصُدُّوْنَا عَنِ الْبَيْتِ؟ فَإِنْ يَّأْتُوْنَا كَانَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ إِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَّحْرُوْبِيْنَ»

''اے لوگو! مجھے مشورہ دو کہ کیا میں ان کافروں کے اہل وعیال پر، جو ہمیں اللہ

کے گھر سے روکنا چاہتے ہیں، چڑھائی کر دوں؟ اگر وہ ہم سے لڑنے آئے تو اللہ (زبردست اور بلند و بالا ہے، اس) نے جس طرح مشرکین کے شر سے ہمارے جاسوس کو بچا لیا (اسی طرح ہمیں بھی بچا لے گا) اور اگر وہ (مقابلے پر) نہ آئے تو ہم انھیں ایک ہاری ہوئی قوم جان کر چھوڑ دیں گے۔“

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! خَرَجْتَ عَامِدًا لِهٰذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيْدُ قَتْلَ أَحَدٍ ، وَلَا حَرْبَ أَحَدٍ فَتَوَجَّهْ لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ »

”اے اللہ کے رسول! آپ تو بس بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلے ہیں، نہ کہ کسی کو قتل کرنے اور کسی سے لڑنے کے لیے۔ سو آپ بیت اللہ کی طرف چلتے جائیے، جو شخص ہمیں بیت اللہ سے روکے گا ہم اس سے لڑیں گے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

« اُمْضُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ » ”تو اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الحديبية : ٤١٧٨، ٤١٧٩]

مصالحانہ گفتگو کے دوران سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غیرتِ ایمانی

حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ سے مصالحانہ گفتگو کی خاطر قریش مکہ کے کئی وفود آئے، آخر میں عروہ بن مسعود ثقفی آیا۔ نبی ﷺ اور عروہ بن مسعود ثقفی کے مابین گفتگو کا آغاز ہوا، اس گفتگو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ نے بھی شرکت کی، جیسا کہ سیدنا مِسوَر اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عروہ ثقفی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے کہا: ”اے محمد! بتاؤ، اگر تم نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا (تو تب کیا تم خوش ہو گے؟) کیا تم نے اپنے سے پہلے کسی شخص کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو تباہ

کیا ہو؟ اور اگر دوسری بات ہوئی (یعنی تم شکست کھا گئے) تو اللہ کی قسم! میں (تمھارے ساتھیوں کے) چہروں کو دیکھتا ہوں (مجھے تو لگتا ہے کہ) یہ لوگ تمھیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔'' جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سنی تو اسے فرمایا:

> ((اُمْصُصْ بَظْرَ اللاَّتِ ، أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ))
>
> ''(عروہ! جا اور) لات کی شرم گاہ چوس! کیا ہم (میدان جنگ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟''

یہ سن کر عروہ نے کہا: ''یہ کون ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔'' تو اس نے کہا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تمھارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا، جس کا بدلا میں اب تک نہیں دے سکا ہوں تو میں تجھے (آج) ضرور جواب دیتا۔'' [بخاري، کتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

عروہ بن مسعود ثقفی نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف نفسیاتی جنگ شروع کر دے، تاکہ وہ معنوی اعتبار سے شکست خوردہ ہو جائیں، اس لیے اس نے قریش کی عسکری قوت کو مبالغہ آرائی کرتے ہوئے بیان کیا اور قریش کے موقف کی ایسی تصویر کشی کی جس سے یہ نمایاں ہوتا تھا کہ وہ ضرور فتح یاب ہوں گے اور مسلمانوں کی صفوں میں فتنہ پیدا کرنا چاہا، جبکہ اس نے قائد اور لشکر کے درمیان اعتماد کو کمزور کرنے کی کوشش کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ لوگ آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے، تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تردید اور برملا جواب بڑا مؤثر ثابت ہوا اور عروہ کی نفسیات پر اس کا گہرا اثر پڑا۔ یقیناً سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ موقف انتہائی عزیمت کا مظہر تھا۔

مزاج شناسِ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا مِسوَر اور سیدنا مَروان رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود بیان

کرتے ہیں کہ میں صلح حدیبیہ کی شرائط کے بارے میں مضطرب تھا، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا:

« أَلَسْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا؟ قَالَ بَلٰى ، قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَ عَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ بَلٰى ، قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا إِذَنْ؟ قَالَ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَسْتُ أَعْصِيْهِ ، وَهُوَ نَاصِرِيْ ، قُلْتُ أَوَ لَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوْفُ بِهِ؟ قَالَ بَلٰى ، فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيْهِ الْعَامَ؟ قَالَ قُلْتُ لَا ، قَالَ فَإِنَّكَ آتِيْهِ وَ مُطَوِّفٌ بِهِ ، قَالَ فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ ، فَقُلْتُ يَا أَبَا بَكْرٍ! أَلَيْسَ هٰذَا نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا؟ قَالَ بَلٰى ، قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ بَلٰى ، قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا إِذَنْ؟ قَالَ أَيُّهَا الرَّجُلُ! إِنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَلَيْسَ يَعْصِيْ رَبَّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ ، فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ فَوَ اللّٰهِ! إِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ ، قُلْتُ أَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوْفُ بِهِ ، قَالَ بَلٰى ، أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ تَأْتِيْهِ الْعَامَ؟ قُلْتُ لَا ، قَالَ فَإِنَّكَ آتِيْهِ وَ مُطَوِّفٌ بِهِ » [بخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد ...... الخ : ٢٧٣١، ٢٧٣٢]

”کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیوں نہیں! (میں سچا نبی ہوں)۔“ میں نے عرض کیا: ”کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیوں نہیں!“ تو میں نے عرض کیا: ”پھر ہم دین کے معاملے میں اپنے آپ کو کیوں ذلیل کریں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا، وہی میرا مددگار

> ہے۔" میں نے پھر عرض کیا: "کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "کیوں نہیں! لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال جائیں گے؟" میں نے کہا: "نہیں!" آپ ﷺ نے فرمایا: "تو تم ایک دن ضرور وہاں پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔" پھر میں ابوبکر ؓ کے پاس آیا اور پوچھا: "اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟" انھوں نے کہا: "کیوں نہیں!" میں نے کہا: "کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟" انھوں نے کہا: "کیوں نہیں!" میں نے کہا: "پھر ہم دین کے معاملے میں اپنے آپ کو ذلیل کیوں کریں؟" ابوبکر ؓ نے کہا: "اے عمر! بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے، اللہ ان کا مددگار ہے، وہ جو بھی حکم دیں اس کی تعمیل کرو، کیونکہ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔" میں نے کہا: "کیا آپ ﷺ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟" ابوبکر ؓ نے کہا: "کیوں نہیں! (کہا تھا) لیکن کیا آپ ﷺ نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال وہاں جاؤ گے؟" میں نے کہا: "نہیں! (یہ تو نہیں فرمایا تھا)۔" ابوبکر ؓ نے فرمایا: "پھر ایک دن تم ضرور کعبہ پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس واقعہ میں ابوبکر ؓ نے ہوبہو وہی جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا، حالانکہ ابوبکر ؓ نے رسول اللہ ﷺ کا جواب نہیں سنا تھا، لہٰذا ابوبکر ؓ عمر ؓ کی نسبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی زیادہ موافقت کرنے والے تھے۔" [مجموع الفتاوی لابن تیمیة: ۱۱/ ۱۱۷]

* * *

ابوبکر رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کے پہلے علم بردار

سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا، (سخت لڑائی کے باوجود) قلعہ فتح نہ ہوا تو وہ لوٹ آئے اور اگلے دن پھر انھوں نے جھنڈا پکڑا لیکن قلعہ پھر بھی فتح نہ ہوا۔ اس دن لوگوں نے بہت زیادہ مشکلات و مصائب کا سامنا کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کل میں ایسے شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت رکھتے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے، وہ قلعہ فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔'' ہم نے رات خوش گوار ماحول میں گزاری کہ کل فتح مل جائے گی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور جھنڈا منگوایا، اس وقت لوگ صفوں ہی میں اپنی اپنی جگہ موجود تھے۔ آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، لیکن وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا، پھر آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا کیا اور انھیں فتح عطا کی گئی۔'' [مسند أحمد: ٥/٣٥٣، ٣٥٤، ح: ٢٣٠٥٧۔ دلائل النبوة للبيهقي: ٤/٢١٠]

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سریہ نجد میں

ایاس بن سلمہ اپنے باپ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر کیا، پھر ہم مشرکین سے جہاد کرنے کے لیے نکلے، ہم نے ان پر شب خون مارا۔ اس رات ہمارا شعار ''أَمِتْ أَمِتْ''

تھا، سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اس رات میں نے اپنے ہاتھ سے سات گھروں کے مشرکین کو قتل کیا تھا۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في البيات : ٢٦٣٨، وإسناده صحيح۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٩/ ٧٩]

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سریہ بنو فزارہ میں

ایاس بن سلمہ اپنے باپ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ''ہم نے قبیلہ فزارہ سے جہاد کیا اور ہمارے امیر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا۔ جب ہمارے اور پانی کے درمیان ایک گھڑی کا فاصلہ رہ گیا (یعنی اس پانی سے جہاں قبیلہ فزارہ والے رہتے تھے)، تو ہم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے پچھلی رات پڑاؤ کیا، پھر ہم ہر طرف سے حملہ کرتے ہوئے پانی پر پہنچے، وہاں جو مارا گیا سو مارا گیا اور کچھ قید ہوئے۔ میں ایک گروہ کو تاک رہا تھا، جس میں (کافروں کے) بچے اور عورتیں تھیں۔ میں ڈرا کہ وہ مجھ سے پہلے پہاڑ تک نہ پہنچ جائیں۔ میں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان ایک تیر پھینکا، وہ تیر کو دیکھ کر رک گئے، تو میں ان کے پاس گیا اور ان سب کو ہانکتا ہوا لے آیا۔ ان میں فزارہ کی ایک عورت بھی تھی، جو چمڑے کا لباس پہنے ہوئے تھی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جو عرب کی خوب صورت ترین عورت تھی۔ میں ان سب کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انھوں نے اس عورت کی بیٹی بطور تحفہ مجھے دے دی۔'' [مسلم، كتاب الجهاد، باب التنفيل وفداء المسلمين بالأسارىٰ : ١٧٥٥]

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غزوۂ ذات السلاسل میں

رافع بن عمرو الطائی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ''ذاتِ السلاسل'' کی مہم پر روانہ کیا اور اس مہم میں ان کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر کبار صحابہ کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے جا کر جبل طے کے پاس خیمے ڈال دیے۔ تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ایسے شخص کو دیکھو جو راستے کا ماہر ہو۔'' لوگوں نے کہا: ''اس

کام کے لیے رافع بن عمرو ہی مناسب ہیں، کیونکہ دور جاہلیت میں یہ رَبیل تھے۔“ راوی کہتا ہے کہ میں نے طارق بن شہاب سے پوچھا: ”رَبیل کون ہوتا ہے؟“ انھوں نے کہا: ”وہ شخص جو اکیلا کسی قوم سے لڑتا ہے اور چوری کرتا ہے۔“ رافع کا بیان ہے کہ جب ہم نے مہم مکمل کر لی تو ہم اس جگہ واپس آ گئے جہاں سے مہم کے لیے گئے تھے۔ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ میں بھلائی محسوس کی، آپ پر فدک کی بنی ہوئی عبا تھی، جب سوار ہوتے تو خلال (بٹن) جوڑ لیتے اور جب اترتے تو کھول دیتے۔ میں ان کے پاس آیا اور عرض کی: ”اے خلال والے! میں آپ میں خیر محسوس کر رہا ہوں، مجھے ایسی بات بتلائیں جسے یاد کر کے میں آپ لوگوں کی طرح ہو جاؤں۔“ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((أَتَحْفَظُ أَصَابِعَكَ الْخَمْسَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، وَتُقِيْمُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ إِنْ كَانَ لَكَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، حَفِظْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ! قَالَ وَأُخْرٰى لَا تُؤْمَرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ، قُلْتُ هَلْ تَكُوْنُ الْإِمْرَةُ إِلَّا فِيْكُمْ أَهْلَ بَدْرٍ؟ قَالَ يُوْشِكُ أَنْ تَفْشُوَ حَتّٰى تَبْلُغَكَ وَمَنْ هُوَ دُوْنَكَ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا بَعَثَ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ، فَمِنْهُمْ مَنْ دَخَلَ فَهَدَاهُ اللّٰهُ، وَ مِنْهُمْ مَنْ أَكْرَهَهُ السَّيْفُ، فَهُوَ عَوَّادُ اللّٰهِ وَجِيْرَانُ اللّٰهِ فِيْ خِفَارَةِ اللّٰهِ، إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا كَانَ أَمِيْرًا، فَتَظَالَمَ النَّاسُ بَيْنَهُمْ، فَلَمْ يَأْخُذْ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ، انْتَقَمَ اللّٰهُ مِنْهُ، إِنَّ الرَّجُلَ لَتُؤْخَذُ شَاةُ جَارِهِ فَيَظَلُّ نَاتِئَ عَضَلَتِهِ غَضَبًا لِجَارِهِ، وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَاءِ جَارِهِ)) [المعجم الكبير للطبراني : ٤/٣٩٤، ح : ٤٣٤٠،

وإسناده حسن لذاته۔ تاریخ دمشق : ۱۸/۸، ۹]

''اپنی پانچ انگلیوں کو یاد رکھتے ہو؟'' میں نے کہا: ''ہاں!'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پانچ وقت کی نماز قائم کرو، اگر تمھارے پاس مال ہے تو اپنے مال کی زکوۃ ادا کرو، بیت اللہ کا حج کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ کیا یہ باتیں تجھے یاد ہوگئیں؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں!'' تو فرمایا: ''دوسری بات یہ ہے کہ تو کبھی دو آدمیوں پر (بھی) امارت قبول نہ کرنا۔'' میں نے عرض کیا: ''کیا امارت آپ بدر والوں کے علاوہ دوسروں کو بھی ملے گی؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''عنقریب امارت عام ہوگی اور تمھیں اور تم سے کمتر لوگوں کو ملے گی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے اللہ کے لیے اسلام قبول کیا تو اللہ نے انھیں ہدایت سے نوازا اور کچھ لوگ تلوار کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوئے تو سب کے سب اللہ کے مہمان، اس کے پڑوسی اور اس کی امان میں ہیں۔ جب کوئی آدمی امیر بنے اور لوگ آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کریں اور امیر ظالم سے مظلوم کو بدلا نہ دلائے تو اللہ اس سے انتقام لے گا۔ کوئی آدمی بھی اپنے پڑوسی کی بکری تھیا لے جاتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی (سے انتقام) کے لیے غضب ناک رہتا ہے اور اللہ اس کے (مظلوم) پڑوسی کی پشت پناہی کرتا ہے۔''

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فتح مکہ میں

مکہ پر چڑھائی کا معاملہ صیغۂ راز میں رکھا گیا

جب مشرکین مکہ کے حلیف بنوبکر نے بنوخزاعہ پر، جو مسلمانوں کے حلیف تھے، حملہ کر کے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عہد شکنی کی، تو مدینہ منورہ میں یہ بات عام تھی کہ اب رسول اللہ ﷺ اپنے حلیفوں کا بدلا لیں گے، لیکن بدلا لینے کے لیے کیا حکمت عملی اپنائیں گے؟ لشکر کی کمانڈ کرتے ہوئے کس سمت میں چلیں گے؟ یہ اہم باتیں رسول اللہ ﷺ نے صیغۂ راز میں رکھیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر آئے تو میں گندم چھان رہی تھی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''یہ کیا کر رہی ہو؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تمھیں غزوہ کی تیاری کا حکم دیا ہے؟'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''جی ہاں! رسول اللہ ﷺ تو تیاری کر چکے ہیں۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کس طرف کا ارادہ ہے؟'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''آپ ﷺ نے ہمیں کچھ نہیں بتلایا، بس یہی حکم دیا ہے کہ تیاری کرو۔''
[دلائل النبوة للبيهقي : ١٢/٥، إسناده حسن لذاته۔ البداية والنهاية : ٦٧٧/٢۔ سيرت ابن هشام : ٣٨/٤]

ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ کی نعمت پوری ہوئی اور فتح مکہ کے اس زرّیں موقع پر آپ کے والد ابوقحافہ مشرف بہ اسلام ہوئے، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''فتح

مکہ کے موقع پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور انھیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بٹھا دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

« لَوْ أَقْرَرْتَ الشَّيْخَ فِيْ بَيْتِهِ ، لَأَتَيْنَاهُ »

''اگر تو اپنے بزرگ باپ کو گھر میں رہنے دیتا اور ہم ان کے پاس آ جاتے (تو یہ تمھارے لیے باعث عزت وتکریم ہوتا)۔''

یہ بات آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اکرام میں ارشاد فرمائی اور اس موقع پر (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد) ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔'' [مسند أحمد : ۱۶۰/۳، ح : ۱۲۶۴۱۔ ابن حبان : ۵۴۷۲]

ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی داڑھی کو رنگنے کا حکم

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد محترم) ابوقحافہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن رسول معظم ﷺ کی خدمت میں تشریف فرما ہوئے تو ان کا سر اور ان کی داڑھی ثغامہ کی طرح سفید تھے (یعنی ان کے بال سفید تھے، جیسے ثغامہ بوٹی سفید ہوتی ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا:

« غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ »

[مسلم، كتاب اللباس، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة و حمرة و تحريمه بالسواد : ۲۱۰۲/۷۹]

''اس سفیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور خالص سیاہی سے بچو (یعنی منہدی وغیرہ لگا لو)۔''

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین میں

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی میدانِ حنین میں ثابت قدمی

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم تہامہ کی وادیوں میں سے حنین کی وادی میں جا رہے تھے۔ وادی بڑی وسیع و عریض تھی، اس میں اوپر نیچے ٹیلے اور چھوٹی چھوٹی ڈھلوانی پہاڑیاں تھیں۔ ہم اوپر چڑھتے ہوئے اور نیچے اترتے ہوئے آگے کی جانب بڑھتے اور لڑھکتے جا رہے تھے اور ابھی صبح کا اندھیرا قدرے باقی تھا۔ دشمن ہمارے اردگرد کی گھاٹیوں میں چھپ کر بیٹھا تھا۔ وہ لوگ اس وادی کی ہر سمت موجود اور ہر تنگ مقام پر مورچہ زن تھے۔ وہ چاروں جانب جمع ہو چکے تھے اور حملے کے لیے پر تول رہے تھے، جبکہ ہم اردگرد سے بے خبر اپنے دھیان میں چلے جا رہے تھے کہ دشمن کے دستوں نے بڑی شدت سے یک بارگی ایسا زور دار حملہ کر دیا، جیسے ایک آدمی نے حملہ کیا ہو۔ اب سب مجاہدین شکست کھاتے ہوئے واپس پلٹنے لگے، کسی کو دوسرے کی خبر نہ تھی، سب بھاگے چلے جا رہے تھے۔ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی سواری پر دائیں جانب کو جھکے ہوئے تھے اور آواز دے رہے تھے: ''لوگو! میری طرف توجہ کرو، میری طرف پلٹو، میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔''

بھگدڑ میں کہیں سے کوئی جواب نہیں آ رہا تھا اور اونٹ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ رہے تھے۔ پھر بیان کرتے ہیں:

« ثَبَتَ مَعَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ، وَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ، وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَابْنُهُ الْفَضْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَ أَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ، وَ رَبِيْعَةُ بْنُ الْحَارِثِ، وَ أَيْمَنُ بْنُ عُبَيْدٍ وَهُوَ ابْنُ أُمِّ أَيْمَنَ، وَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ » [مسند أحمد : ٣/ ٣٧٦، ح : ١٥٠٣٧۔ ابن حبان : ٤٧٧٤۔ مسند أبي يعلى : ٣/ ٣٨٨، ٣٨٩، ح : ١٨٦٣۔ إسناده حسن لذاته۔ سيرة ابن هشام : ٢/ ٤٤٥، ٤٤٦]

’’تب آپ کے گرد جم کر ٹھہرنے والوں میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے اور آپ کے خاندان والوں میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے فضل رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ اور ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ بھی استقامت سے کھڑے تھے۔ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بیٹے سیدنا ایمن بن عبید رضی اللہ عنہ اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی پامردی سے کھڑے رہے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت حاصل تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لوگوں سے خطاب کیا کرتے تھے اور مختلف مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ غزوۂ حنین کے موقع پر بھی پیش آیا۔ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ’’ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ حنین کے سال نکلے۔ جب ہمارا دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو (ابتدا میں) مسلمانوں کو شکست ہونے لگی۔ اس دوران میں نے مشرکین کے لشکر سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلمان پر چڑھا ہوا ہے (یعنی اس پر حاوی ہے)، سو میں (اس کو قتل کرنے کے لیے) گھوم کر اس کی طرف آیا اور اس کے پیچھے سے اس کے کندھے اور گردن کے درمیان تلوار کی ایک ضرب لگائی، تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور اس نے مجھے ایسا زور سے دبایا کہ

موت کی تصویر میری آنکھوں میں گھوم گئی، تاہم اسے موت نے آدبوچا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: ”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے (جو ایسے بھاگ نکلے ہیں)؟“ انھوں نے کہا: ”اللہ تعالیٰ کا حکم۔“ پھر لوگ واپس پلٹے اور (فتح کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی کافر کو مارا اور اس کے پاس گواہی دینے والا ہے تو اس کا سامان اسی کو ملے گا۔“ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں کھڑا ہوا اور پھر میں نے خود سے کہا: ”میری گواہی کون دے گا؟“ چنانچہ یہ سوچ کر میں بیٹھ گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے کسی کافر کو مارا اور اس کے پاس گواہی دینے والا ہے تو اس کا سامان اسے ملے گا۔“ میں پھر کھڑا ہوا اور میں نے پھر خود سے کہا: ”میرے لیے کون گواہی دے گا؟“ چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار یہی فرمایا، میں پھر کھڑا ہوا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”ابوقتادہ! تجھے کیا ہوا ہے؟“ اس پر میں نے سارا قصہ بیان کر دیا، تو ایک شخص کہنے لگا: ”اے اللہ کے رسول! ابوقتادہ سچ کہتا ہے اور اس (مقتول کافر) کا سامان میرے پاس ہے، آپ انھیں (اس بات پر) راضی کر دیجیے کہ اپنا حق مجھے دے دیں۔“ (یہ سن کر) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

« لَا هَا اللّٰهِ ، إِذًا لَّا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللّٰهِ ، يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يُعْطِيْكَ سَلَبَهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطَاهُ »

”نہیں، اللہ کی قسم! اللہ کے ایک شیر کے ساتھ، جو اللہ اور اس کے رسول کے لیے لڑتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کریں گے کہ اس کا سامان تجھے دے دیں۔“ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابوبکر نے سچ کہا ہے۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان ابوقتادہ کو دے دیا۔“

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں نے (اس سامان میں سے) زرہ بیچ دی اور اس رقم سے بنوسلمہ کے محلے میں ایک باغ خریدا اور یہ پہلا مال ہے جسے میں نے اسلام کی حالت میں حاصل کیا۔'' [بخاري، كتاب فرض الخمس، باب من لم يخمس الأسلاب : ٣١٤٢۔ مسلم : ١٧٥١/٤٥٦٨]

اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کے باوجود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ کن لہجے میں گفتگو کرنا اور قسم اٹھانے میں سبقت کرنا اور پھر اس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کا آپ رضی اللہ عنہ کی گفتگو کی تصدیق کرتے ہوئے آپ کی کہی ہوئی بات کے مطابق فیصلہ صادر فرمانا، درحقیقت وہ شرف و منزلت اور خصوصیت ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے حصے میں کم ہی آئی۔ اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس موقف میں اس بات کی واضح دلالت ہے کہ آپ حق کو حق کہنے اور حق کی طرف سے دفاع کرنے کے انتہائی حریص تھے اور اسی طرح اس میں آپ رضی اللہ عنہ کے ایمانِ راسخ، یقینِ کامل اور اسلامی اخوت کا احترام و قدر شناسی کی واضح دلیل ہے اور آپ کے لیے یہ عظیم ترین منزلت و شرف کی بات ہے۔

غزوۂ تبوک اور اللہ کی راہ میں مال کا عطیہ

رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر طویل اور کٹھن سفر اور مد مقابل دشمن کی کثرت کے پیش نظر صحابہ کرام ؓ کو انفاق فی سبیل اللہ کی خوب ترغیب دلائی اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم کی بشارت سنائی۔ اس موقع پر سیدنا ابوبکر ؓ نے وہ کردار پیش کیا کہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب ؓ بیان کرتے ہیں:

((أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا أَنْ نَّتَصَدَّقَ، فَوَافَقَ ذٰلِكَ مَالاً عِنْدِيْ، فَقُلْتُ الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا، فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ قُلْتُ مِثْلَهُ، قَالَ وَأَتٰى أَبُوْ بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ؟ قَالَ أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ، قُلْتُ لَا أُسَابِقُكَ إِلٰى شَيْءٍ أَبَدًا))

[أبو داوٗد، كتاب الزكاة، باب الرخصة في ذلك : ١٦٧٨، و إسناده حسن لذاته۔ ترمذي : ٣٦٧٥۔ مستدرك حاكم : ١/ ٤١٤، ح : ١٥١٠]

”ایک دن (غزوۂ تبوک کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا

حکم دیا۔ اس موقع پر میرے پاس مال بھی تھا، چنانچہ میں نے (دل میں) کہا: ''اگر میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے سبقت لینا چاہوں تو آج لے سکتا ہوں۔'' چنانچہ میں اپنا آدھا مال آپ ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' میں نے کہا: ''اسی قدر (چھوڑ آیا ہوں یعنی نصف مال)۔'' اور پھر سیدنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اپنا کل مال لے آئے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑا ہے؟'' تب مجھے کہنا پڑا: ''میں کسی چیز میں کبھی ان سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل نیکی کے کام میں مسابقت اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جائز رشک پر مبنی تھا، اس لیے ان کا یہ فعل جائز تھا، لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں ان سے افضل اور بہتر حالت میں تھے، کیونکہ ان کی یہ نیکی مقابلہ بازی و مسابقت سے کلی طور پر خالی تھی اور اس سلسلہ میں آپ کی نظر کسی اور کی نیکی پر نہیں تھی، یعنی رشک والا معاملہ بھی نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کے لیے بارش کی دعا کی درخواست

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ہم سخت گرمی میں تبوک کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، اس جگہ ہمیں شدت کی پیاس لگی اور ہمیں گمان ہونے لگا کہ ہماری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ انسان پانی کی تلاش میں نکلتا اور واپس نہ پلٹتا، یہاں تک کہ ہمیں گمان ہونے لگتا کہ اس کی موت واقع ہوگئی ہے۔ پیاس کی شدت کی کیفیت یہ تھی کہ کوئی شخص اپنا اونٹ ذبح کرتا اور اس کی اوجھ کو نچوڑ کر (اس کا نچوڑ پانی کی جگہ) پیتا اور باقی کو اپنے کلیجے پر مل لیتا۔ ان حالات میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ عَوَّدَكَ اللّٰهُ فِي الدُّعَاءِ خَيْرًا فَادْعُ لَنَا ، فَقَالَ

أَتُحِبُّ ذٰلِكَ؟ قَالَ نَعَمْ»

"اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا میں خیر رکھی ہے، لہٰذا آپ ہمارے لیے (اللہ تعالیٰ سے) دعا کیجیے۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم یہ پسند کرتے ہو؟" انھوں نے کہا: "جی ہاں!"

تو آپ ﷺ نے دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھائے اور مسلسل دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ بادل آئے اور تیز بارش ہوئی، اتنی کہ لوگوں نے اپنے پانی کے برتن بھر لیے، پھر ہم یہ دیکھنے کے لیے نکلے (کہ بارش کہاں کہاں ہوئی ہے) تو لشکر سے باہر بارش کے اثرات نہیں ملے۔" [ابن حبان، كتاب الطهارة، باب ذكر الخبر الدال على أن فرث...... الخ : ۱۳۸۳، و إسناده حسن لذاته]

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بحیثیتِ امیرِ حج

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع سے پہلے حج کے موقع پر، جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں امیر بنایا تھا، مجھے ان اعلان (براءت) کرنے والوں میں رکھا تھا جنھیں آپ نے یوم نحر (قربانی والے دن) منیٰ میں یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا تھا:

> « أَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ »
>
> ”اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے اور نہ کوئی شخص عریاں (یعنی بے لباس) ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔“

حمید راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہ سورۂ براءت کا اعلان کر دیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، تو انھوں نے بھی یوم النحر کو منیٰ میں ہمارے ساتھ رہ کر لوگوں کو سورۂ براءت (سورۂ توبہ) سنائی اور یہ اعلان بھی کیا:

> « وَ أَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ »
>
> [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ وأذان من الله و رسوله ...... ﴾ : ٤٦٥٦۔ مسلم : ١٣٤٧]
>
> ”اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے اور نہ کوئی شخص عریاں (یعنی بے لباس) ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بھی قربانی کے دن منیٰ میں اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے یہ اعلان کیا: ”آئندہ کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے اور نہ کوئی عریاں ہو کر (بیت اللہ کا) طواف کرے۔“ اور حج اکبر کے دن سے مراد (ذوالحجہ کی دس تاریخ یعنی) قربانی کا دن ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (حج کے ساتھ) اکبر کہنے کی وجہ لوگوں کا (عمرے کو) حج اصغر کہنا ہے۔ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سال مشرکوں سے جو عہد لیا تھا اسے واپس کر دیا، لہٰذا اگلے سال حجۃ الوداع کے موقع پر، جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا، کسی مشرک نے حج نہ کیا۔“ [بخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب كيف ينبذ إلى أهل العهد؟ : ٣١٧٧۔ مسلم : ١٣٤٧]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں یہ حج حجۃ الوداع کا مقدمہ تھا اور اس حج میں یہ اعلان کیا گیا کہ بت پرستی کا دور ختم ہوا اور توحید کے نئے دور کا آغاز ہوا، اب لوگوں پر لازم ہے کہ اللہ کی شریعت کی پابندی کریں۔ قبائل عرب میں اس عام اعلان کے بعد ان قبائل کو یقین ہو گیا کہ اب یہ قطعی فیصلہ ہے اور اصنام پرستی کا خاتمہ ہو چکا ہے، لہٰذا وہ قبول اسلام کے لیے اپنے وفود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجنے لگے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حجۃ الوداع میں موجود ہونا دلائل سے ثابت ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((نُفِسَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ بِالشَّجَرَةِ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ، يَأْمُرُهَا أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ)) [مسلم، كتاب الحج، باب صفة إحرام النفساء ...... الخ : ١٢٠٩]

’’مقام شجرہ (ذوالحلیفہ کے مقام) پر سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ہاں محمد بن ابوبکر کی ولادت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انھیں غسل کرنے اور احرام باندھنے کا حکم دیں۔‘‘

باب 03

مدنی معاشرے میں کردار اور بعض فضائل

- مدنی معاشرے میں کردار اور بعض فضائل
- واقعۂ افک اور خاندان صدیق کا کردار
- سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ادعیہ
- وفات نبوی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

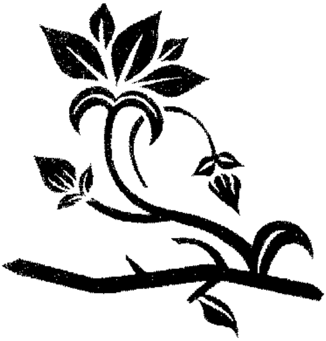

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

« إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّيْ لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا ، وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَ مَوَدَّتُهُ ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابَ أَبِيْ بَكْرٍ » [بخاري ، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ، باب قول النبي ﷺ : "سدوا الأبواب إلا باب أبي بكر" : ٣٦٥٤]

”اپنی صحبت اور مال کے ذریعے سے مجھ پر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا احسان سب سے زیادہ ہے اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو اپنا دلی دوست بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت ومحبت کافی ہے۔ دیکھو! مسجد کی طرف تمام دروازے (جو صحابہ کے گھروں کی طرف کھلتے تھے سب) بند کر دیے جائیں، صرف ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا دروازہ (کھلا) رہنے دو۔“

مدنی معاشرے میں کردار اور بعض فضائل

مدنی معاشرے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی فکر انگیز واقعات سے بھری ہوئی ہے، فہم اسلام اور اس کے نفاذ کے سلسلے میں آپ رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے بہت سی اعلیٰ مثالیں چھوڑی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے مدنی معاشرے میں سب سے ممتاز و نمایاں تھے۔ بہت سی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تعریف کی ہے اور دیگر صحابہ پر آپ کی فضیلت و بزرگی کو بیان کیا ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ

سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (اپنے باپ) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق سنا کہ جب (ان کی بیٹی) حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بیوہ ہوگئیں، خنیس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے جو مدینہ میں فوت ہوئے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے ملا اور انھیں حفصہ سے شادی کی پیش کش کی۔ انھوں نے کہا: ''سوچنے کا موقع دیجیے۔'' میرے چند دن انتظار کے بعد وہ مجھ سے ملے اور کہا: ''میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔'' پھر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: ''اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کی شادی (اپنی بیٹی) حفصہ سے کر دوں؟'' ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا، ان کی اس خاموشی کی وجہ سے مجھے ان پر عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ غصہ آیا۔ کچھ دنوں تک میں اسی کیفیت میں رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو پیغام نکاح بھیجا، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا نکاح کر دیا۔ پھر اس کے بعد مجھے

ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے اور فرمایا: ”شاید آپ مجھ پر خفا ہوں کہ جب آپ نے مجھ سے حفصہ سے نکاح کی بات کی تو میں نے آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔“ میں نے کہا: ”بالکل (خفا ہوں)۔“ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ إِلَّا أَنِّيْ كُنْتُ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا ، فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَبِلْتُهَا » [بخاري، كتاب النكاح، باب عرض الإنسان ابنته أو أخته على أهل الخير : ٥١٢٢]

”میں نے تمھاری پیش کش کا جواب صرف اس وجہ سے نہیں دیا تھا، کیونکہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ حفصہ کا ذکر کر رہے تھے، لہٰذا میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر آپ ﷺ ارادہ ترک کر دیتے تو میں حفصہ سے شادی کر لیتا۔“

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور نمازِ جمعہ کی آیت

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (مدینہ منورہ میں) ایک تجارتی قافلہ جمعہ کے دن آیا اور نبی ﷺ اس وقت خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے۔ چنانچہ لوگ اس تجارتی قافلے کی طرف چل دیے، صرف بارہ (۱۲) افراد باقی رہ گئے۔ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ﴾

[الجمعة : ١١]

”اور جب انھوں نے کوئی تجارت دیکھی یا تماشا تو اٹھ کر اس کی طرف چلے گئے اور انھوں نے تجھے کھڑا چھوڑ دیا۔“

اور وہ بارہ (۱۲) افراد جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باقی رہے ان میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ [مسلم، کتاب الجمعة، باب في قوله تعالى : ﴿ و إذا راوا تجارة...... ﴾ : ۳۸، ۸۶۳/۳۶۔ ابن حبان : ۶۸۷۶، ۶۸۷۷]

احترام رسول ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﴾ [الحجرات : ۳] (بے شک وہ لوگ جو اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں) تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا :

((وَالَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! لَا أُكَلِّمُكَ إِلَّا كَأَخِي السِّرَارِ حَتّٰى أَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ)) [مستدرك حاكم : ۴۶۲/۲، ح : ۳۷۲۰، و إسناده حسن لذاته]

”اے اللہ کے رسول! مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ (ﷺ) پر قرآن اتارا ہے! میں مرتے دم تک آپ سے (اونچی آواز میں گفتگو نہیں کروں گا، بلکہ) صرف سرگوشی کے انداز میں گفتگو کروں گا۔“

رسول اللہ ﷺ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبر و غرور کی نفی فرمانا

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ ، لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِيْ يَسْتَرْخِيْ إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ)) [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب : ۳۶۶۵۔ ابن حبان : ۵۴۴۴۔ مسند أحمد : ۱۳۶/۲، ح : ۶۲۰۸]

''جو شخص غرور اور تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن (رحمت کی نگاہ سے) نہیں دیکھے گا۔'' تو سیدنا ابوبکر ؓ نے کہا: ''میرا کپڑا چلنے سے ایک طرف لٹک جاتا ہے، سوائے اس کے کہ میں اس کا خوب خیال رکھوں۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تو غرور اور تکبر (کی وجہ) سے یوں نہیں کرتا (یعنی اگر بے خیالی میں ایسا ہو تو وہ تکبر نہیں ہے)۔''

سیدنا ابوبکر ؓ کا زہد و ورع

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ ابوبکر ؓ کا ایک غلام تھا، جو ان کے لیے روزانہ کچھ مال کما کر لاتا تھا اور سیدنا ابوبکر ؓ اسے اپنی ضروریات میں استعمال کیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ غلام کوئی چیز لایا اور سیدنا ابوبکر ؓ نے بھی اس میں سے کچھ کھا لیا۔ پھر غلام نے کہا: ''آپ کو معلوم ہے کہ یہ کیسی کمائی میں سے ہے؟'' آپ ؓ نے دریافت فرمایا: ((وَمَا هُوَ؟)) ''کیسی کمائی ہے؟'' اس نے کہا: ''میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کے لیے کہانت کی تھی، حالانکہ مجھے کہانت نہیں آتی تھی، میں نے اسے صرف دھوکا دیا تھا (لیکن اتفاق سے وہ بات پوری ہو گئی اور آج) وہ شخص مجھے ملا تھا اور اس نے اس کی اجرت میں مجھے یہ چیز دی تھی، جس میں سے آپ نے کھایا ہے۔'' عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں:

((فَأَدْخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهِ)) [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلية : ٣٨٤٢]

''تو سیدنا ابوبکر ؓ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور پیٹ کی ہر چیز قے کر کے باہر نکال دی۔''

سیدنا ابوبکر ؓ کے تقویٰ و پرہیز گاری کی یہ واضح مثال ہے۔ آپ ؓ اپنے کھانے پینے میں حلال کو تلاش کرتے اور متشابہات سے اجتناب کرتے۔ آپ ؓ کی یہ عادتِ طیبہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ تقویٰ کے انتہائی بلند مقام پر فائز تھے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خشیت

سیدنا عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے بعد) ایک دفعہ ابوسفیان (اسلام قبول کرنے سے پہلے) سیدنا بلال، صہیب اور سلمان رضی اللہ عنہم کے پاس گئے، اور بھی چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے، تو انھوں نے (ابوسفیان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا:

« وَاللّٰهِ ! مَا أَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللّٰهِ مَأْخَذَهَا »

''اللہ کی قسم! اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن پر اپنے موقع پر نہیں پہنچیں۔''

راوی کہتا ہے کہ (یہ سن کر) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (ابوسفیان کی تالیف قلبی کرتے ہوئے) کہا:

« أَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ؟ »

''کیا تم قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے متعلق ایسی بات کہتے ہو؟''

یہ کہہ کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَا أَبَا بَكْرٍ ! لَعَلَّكَ أَغْضَبْتَهُمْ ، لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ »

''ابوبکر! شاید تم نے ان کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان کو ناراض کیا تو اپنے رب کو ناراض کیا۔''

یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا بلال، صہیب اور سلمان رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور کہنے لگے:

« يَا إِخْوَتَاه ! أَغْضَبْتُكُمْ؟ قَالُوْا لَا ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ ، يَا أَخِيْ ! »

[مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل سلمان...... الخ : ٢٥٠٤]

''اے بھائیو! کیا میں نے تمھیں ناراض کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''نہیں، اے بھائی! اللہ آپ کو بخشے۔''

نفاق کا خوف اور اس سے بیزاری

سیدنا حنظلہ اُسیدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((لَقِيَنِي أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ ! قَالَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ، قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ ؟ قَالَ قُلْتُ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتّٰى كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ فَنَسِيْنَا كَثِيْرًا، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ فَوَاللّٰهِ ! إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هٰذَا ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ ؟ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ حَتّٰى كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ، فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ ! إِنْ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَ فِيْ طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ ! سَاعَةً وَسَاعَةً ، ثَلَاثَ مِرَارٍ))

[مسلم، كتاب التوبة، باب فضل دوام الذكر والفكر...... الخ : ٢٧٥٠]

’’ایک دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا: ’’اے حنظلہ! تیرا کیا حال ہے؟‘‘ میں نے کہا: ’’حنظلہ منافق ہو گیا۔‘‘ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

’’سبحان اللہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟‘‘ میں نے کہا: ’’جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جہنم اور جنت کی یاد دلاتے ہیں، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم (انھیں) بچشم خود دیکھ رہے ہیں، پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چلے آتے ہیں اور بیوی، بچوں اور کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں، تو ہم بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔‘‘ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’اللہ کی قسم! یہ کیفیت تو ہماری بھی ہوتی ہے۔‘‘ پھر میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے کہا: ’’اے اللہ کے رسول! حنظلہ منافق ہو گیا۔‘‘ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ’’تیرا کیا مطلب ہے؟‘‘ میں نے عرض کیا: ’’اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جنت اور جہنم کی یاد دلاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم (انھیں) بچشم خود دیکھ رہے ہیں، پھر جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور بیوی بچوں اور اپنے کام کاج میں مصروف ہو جاتے ہیں، تو ہم بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔‘‘ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ہر وقت تمھاری وہی حالت رہے جو میرے پاس ہوتی ہے اور ہر وقت (اللہ کی) یاد میں رہو تو فرشتے تمھارے بستروں اور تمھارے راستوں پر تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ! کبھی یہ (ذکر الٰہی کی کیفیت ہوتی ہے) اور کبھی وہ (دنیاوی مشغولیت کی کیفیت)۔‘‘ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دوہرایا (یعنی اتنا ہی کافی ہے کہ کبھی تمھاری یہ کیفیت ہو اور کبھی وہ)۔‘‘

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے داعی

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس دو (نابالغ) بچیاں بعاث کی لڑائی کے اشعار پڑھ رہی تھیں تو آپ ﷺ بستر پر

لیٹ گئے اور اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، مجھے جھڑکا اور فرمایا:

« مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ »

”شیطان کی بانسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس؟“

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا:

« دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَ إِنَّ عِيْدَنَا هٰذَا الْيَوْمُ »

[مسلم، كتاب صلاة العيدين، باب الرخصة في اللعب ...... : ۱۹/۷۹۲۔ بخاري : ۳۹۳۱]

”ابوبکر! انھیں چھوڑ دو، ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور ہم اہل اسلام کی عید یہ آج کا دن ہے۔“

اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت اور طریقہ کے منافی تھا، اسی لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے شیطان کی بانسری قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچیوں کے اس عمل کی علت عید کو قرار دیا اور بچوں کو عید کے موقع پر ایسے کام کی رخصت ہے۔ پھر یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نو عمر ہونے کی وجہ سے کھلونوں سے کھیلا کرتی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کی سہیلیاں بھی شرکت کرتی تھیں۔

اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نغمے کان لگا کر سن رہے تھے، اگر یہ آپ کو پسند ہوتا تو رخ انور اس طرف سے نہ پھیرتے بلکہ متوجہ ہو کر سنتے۔ دوسری یہ بات ہم سمجھ سکتے ہیں کہ عید کے موقع پر جو بچے کھیلنے کی عمر میں ہیں ان کو کھیل کود کی رخصت ہے، جیسا کہ انصار کی دو بچیاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جنگی نغمے گا رہی تھیں۔

مہمانوں کی عزت و تکریم کرنے والے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بے حد مہمان نواز تھے، جیسا کہ ان کے بیٹے سیدنا عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ نادار اور تنگ دست لوگ تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

مرتبہ فرمایا:

« مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ ، وَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ أَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ »

''جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ (صفہ والوں میں سے ایک) تیسرا آدمی ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ (ان میں سے پانچواں آدمی یا چھٹا آدمی بھی ساتھ لے جائے۔''

تو سیدنا ابوبکر ؓ اپنے ساتھ تین آدمی لے آئے اور نبی ﷺ اپنے ساتھ دس آدمی لے گئے۔ سیدنا عبدالرحمٰن نے کہا، پھر ابوبکر ؓ نے خود رات کا کھانا نبی ﷺ کے ساتھ کھایا اور وہیں ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی گئی، پھر (نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس) لوٹ گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ سو گئے۔ پھر اتنی رات گئے واپس آئے جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی، تو آپ ؓ کی بیوی نے آپ سے پوچھا: ''آپ کو اپنے مہمانوں (کی مہمان نوازی) سے کس چیز نے روک دیا؟ (یعنی آپ گھر سے غیر حاضر رہے اور مہمان کھانا نہ کھا سکے)۔'' آپ ؓ نے پوچھا: « أَوَ مَا عَشَّيْتِهِمْ ؟ » ''کیا تو نے انھیں کھانا نہیں کھلایا؟'' آپ کی بیوی نے جواب دیا: ''(انھیں کھانا پیش کیا تھا مگر) انھوں نے آپ کے آنے تک کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔'' عبدالرحمٰن بن ابوبکر ؓ فرماتے ہیں کہ میں (والد محترم کی ناراضی اور ڈانٹ سے بچنے کے لیے) کہیں جا کر چھپ گیا، اب انھوں نے مجھے آواز دی کہ اے کم عقل! اور انھوں نے مجھے سخت ڈانٹ پلائی اور سرزنش کی۔ پھر مہمانوں سے کہنے لگے: ''تم کھانا کھاؤ، ہر چند کہ یہ خوش گوار کھانا نہیں (کیونکہ بے وقت ہے)۔'' اور ابوبکر ؓ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں یہ کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا۔'' سیدنا عبدالرحمٰن ؓ بیان کرتے ہیں، اللہ کی قسم! ہم جو لقمہ اٹھاتے تو نیچے پلیٹ میں پہلے سے بھی زیادہ کھانا بڑھ جاتا، حتیٰ کہ جب ہم سب سیر ہو گئے تو کھانے کی حالت یہ تھی کہ وہ

پہلے سے بھی زیادہ تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کھانا جوں کا توں پڑا ہے، بلکہ پہلے سے کچھ زیادہ ہی ہو گیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: « يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ ! » ''بنوفراس کی بہن ! (یہ کیا ماجرا ہے) ؟'' وہ کہنے لگیں: ''کچھ بھی نہیں، میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ کھانا تو پہلے کی نسبت تین گنا زیادہ ہو گیا ہے۔'' تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کھانے سے کھایا اور کہا: « إِنَّمَا كَانَ الشَّيْطَانُ » ''وہ (کھانا نہ کھانے کی) قسم شیطانی تھی۔'' پھر اس سے ایک لقمہ کھایا اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ وہ کھانا صبح تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا، ہمارے اور (کفار کی) قوم کے مابین معاہدہ تھا، اس معاہدے کی مدت ختم ہو چکی تھی۔ ہم نے ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے اپنے لشکر کو بارہ (۱۲) کمانڈروں کی قیادت میں تقسیم کیا تھا اور ان بارہ میں سے ہر کمانڈر کے ماتحت کئی آدمی تھے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے تھے تو ان سب لوگوں نے اس میں سے کھانا کھایا۔''

[بخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام : ٣٥٨١۔ مسلم : ٢٠٥٧]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فاقے کا ایک واقعہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن یا رات کی کسی گھڑی میں (گھر سے) باہر تشریف لے گئے، دیکھا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی وہاں موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''تمھیں تمھارے گھروں سے اس وقت کس چیز نے نکالا ؟'' انھوں نے جواب دیا: ''اے اللہ کے رسول ! بھوک نے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے بھی اسی چیز نے (گھر سے) باہر نکالا ہے جس نے تمھیں نکالا ہے، تو (میرے ساتھ) چلو۔'' وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑے۔ آپ ایک انصاری صحابی کے گھر آئے، لیکن وہ صحابی گھر میں موجود نہیں تھا، اس کی بیوی نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا: ''اہلاً وسہلاً و مرحبا!'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا: ''فلاں شخص (یعنی تمھارا خاوند) کہاں ہے؟'' اس نے کہا: ''وہ ہمارے لیے میٹھا پانی

لینے گئے ہیں۔'' تو جب وہ انصاری صحابی آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا: ''الحمد للہ! آج کسی کے ہاں اتنے عزت والے مہمان نہیں ہیں جتنے میرے ہاں ہیں۔'' پھر وہ گیا اور کھجوروں کا ایک خوشہ لے کر آیا، جس میں نیم پختہ، سوکھی اور تازہ کھجوریں تھیں اور کہنے لگا: ''اس میں سے کھائیے۔'' پھر اس نے چھری پکڑی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔'' الغرض، اس نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے ایک بکری ذبح کی (اور اسے پکایا) تو سب نے اس کا گوشت کھایا، کھجوریں کھائیں اور (میٹھا) پانی پیا۔ جب سب نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا اور پانی پی لیا، تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

« وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ، ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى أَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ » [مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره ...... الخ : ۲۰۳۸]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ضرور بالضرور تم سے قیامت والے دن ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، تم بھوک کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکلے تھے تو تمھارے واپس لوٹنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمتیں عطا کیں۔''

اے آل ابی بکر! یہ تمھاری پہلی برکت نہیں ہے

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر (غزوۂ بنی مصطلق) پر تھے۔ جب ہم بیداء یا ذات الجیش نامی جگہ پہنچے تو میرا ہار (جو میں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریتاً لیا تھا) ٹوٹ کر گر گیا (اور گم ہو گیا)۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش کے لیے وہیں رک گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی وہیں ٹھہر گئے، لیکن نہ وہاں پانی تھا اور نہ ہی صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کے پاس پانی تھا۔ لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر شکوہ کیا: ''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے کیا کیا؟ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر لوگوں کو ایسے مقام پر ٹھہرا دیا ہے جہاں پانی دستیاب نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے۔'' یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ (میرے پاس) آئے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھ کر سو رہے تھے، انھوں نے کہا:

« حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ ، وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَّاءٌ »

''تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو ایسی جگہ روک رکھا ہے جہاں پانی نہیں ہے اور لوگوں کے پاس بھی پانی نہیں ہے۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور جو کچھ اللہ نے چاہا انھوں نے مجھے کہا، پھر انھوں نے اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے۔ مجھے حرکت سے صرف اس چیز نے باز رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے سو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے رہے، حتیٰ کہ صبح اس حال میں ہوئی کہ (وضو وغیرہ کے لیے) پانی نہیں تھا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیمّم نازل کی۔ چنانچہ سب لوگوں نے تیمّم کیا (اور نماز ادا کی)۔ سیدنا اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا:

« مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِيْ بَكْرٍ! »

''اے آل ابوبکر! یہ پہلی برکت نہیں جو تمھاری وجہ سے ہمیں حاصل ہوئی ہے (بلکہ تمھاری بدولت ہم پہلے بھی کئی آسانیوں سے فیض یاب ہو چکے ہیں)۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے وہ ہار بھی مل گیا۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب : ٣٦٧٢۔ مسلم : ٣٦٧]

اس واقعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ سیدنا ابوبکر ؓ رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کا غایت درجہ خیال رکھتے تھے اور جس چیز سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف و مشقت پہنچے اسے کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے، اگرچہ یہ آپ ﷺ کی انتہائی محبوب اور قریب ترین ہستی مثلاً عائشہ ؓ ہی سے کیوں نہ ہو۔ آپ ؓ نبی کریم ﷺ، اہلِ ایمان اور اپنے نفس کے ساتھ ادب و احترام کے معاملہ میں علمائے امت کے لیے قدوہ اور نمونہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سیدنا ابوبکر ؓ کی حمایت

صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا ابوبکر ؓ کی نصرت و تائید کرتے تھے اور لوگوں کو آپ ؓ سے جھگڑنے اور آپ کی مخالفت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ چنانچہ سیدنا ابودرداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سیدنا ابوبکر ؓ آئے، وہ اپنے تہ بند کا ایک کونا اٹھائے ہوئے تھے، یہاں تک کہ ان کے گھٹنے سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے (یہ منظر دیکھ کر) فرمایا:

«أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ»

”معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے صاحب (ابوبکر ؓ) کسی سے لڑ کر آ رہے ہیں۔“

سیدنا ابوبکر ؓ نے (آ کر) سلام کیا اور عرض کی:

«يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّهُ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ، فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَّغْفِرَ لِيْ فَأَبٰى عَلَيَّ فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ»

”اے اللہ کے رسول! مجھ میں اور ابن خطاب میں کچھ تکرار ہو گئی ہے۔ میں نے جلد بازی میں انھیں کچھ سخت لفظ کہہ دیے، پھر میں شرمندہ ہوا اور ان سے معافی چاہی، لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اب میں آپ کے پاس آیا ہوں (آپ انھیں سمجھائیں)۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: « يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ! » ”ابوبکر! اللہ تجھے بخشے۔“ تین بار یہی فرمایا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے اور پوچھا: ”ابوبکر ہیں؟“ گھر والوں نے کہا: ”نہیں!“ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور سلام کیا تو نبی ﷺ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا، یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے (کہ نبی ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر خفا نہ ہو جائیں) اور دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور عرض کی:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ اللّٰهِ ! أَنَا كُنْتُ أَظْلَمُ »

”اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! غلطی میری ہی تھی۔“

دو دفعہ یہی کہا، پھر نبی ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ، وَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ صَدَقَ، وَوَاسَانِيْ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْلِيْ صَاحِبِيْ مَرَّتَيْنِ، فَمَا أُوْذِيَ بَعْدَهَا » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب : ٣٦٦١]

”(لوگو!) اللہ نے مجھے تمھاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا، لیکن تم نے کہا: ”تو جھوٹ بولتا ہے۔“ اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ”آپ نے سچ فرمایا“ اور اس نے اپنی جان اور اپنے مال سے میری مدد کی، تو کیا تم میری خاطر میرے دوست کو اذیت پہنچانا چھوڑ سکتے ہو؟“ دو دفعہ یہی فرمایا، پھر اس کے بعد (صحابہ میں سے) ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے نہیں ستایا۔“

نبی ﷺ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر بے مثال اعتماد

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص ایک بیل کو لیے جا رہا تھا، اس نے اس پر بوجھ لاد رکھا تھا، بیل نے اس کی طرف دیکھا اور کہا: ”مجھے اس مقصد کے لیے پیدا نہیں کیا گیا، مجھے تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔“ (تو وہاں

موجود) لوگوں نے (یہ سن کر) تعجب کرتے ہوئے اور خوف زدہ ہو کر کہا: ''سبحان اللہ! ایک بیل بات کرتا ہے؟'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« فَإِنِّيْ أُوْمِنُ بِهِ وَأَبُوْ بَكْرٍ ، وَ عُمَرُ »

''میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں (اور وہ دونوں اس وقت وہاں موجود نہ تھے)۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے (ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے) فرمایا: ''ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا، اتنے میں ایک بھیڑیا حملہ آور ہوا اور ایک بکری اٹھا لے گیا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور بکری کو اس سے چھڑوا لیا، تو بھیڑیے نے اس کی طرف دیکھا اور کہا: ''اس دن بکری کو کون چھڑوائے گا جس دن میرے سوا کوئی چرواہا نہ ہوگا (مراد قیامت کا دن ہے یا میلے ٹھیلے کا دن ہے جس دن جاہلیت والے کھیل کود میں مصروف رہتے اور بھیڑیے بکریاں لے جاتے، یا قیامت کے قریب آفت اور فتنے کے دن جب لوگ مصیبت کے مارے اپنے مال سے غافل ہو جائیں گے)۔'' (یہ سن کر وہاں موجود) لوگوں نے کہا: ''سبحان اللہ! بھیڑیا بات کرتا ہے؟'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« فَإِنِّيْ أُوْمِنُ بِذٰلِكَ ، أَنَا وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب من فضائل أبي بكر الصديق رضي الله عنه : ٢٣٨٨]

''میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں (اور وہ دونوں اس وقت وہاں موجود نہ تھے)۔''

اس حدیث سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان پر ایسا اعتماد تھا کہ جس بات پر آپ ﷺ ایمان رکھتے ہیں وہ بھی ضرور اس بات کو مانیں گے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصے پر قابو رکھنے کی نبوی نصیحت

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سب وشتم (انھیں برا بھلا کہنا) شروع کر دیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے، جب وہ شخص سب وشتم کرتا ہی چلا گیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ناپسندیدہ جانا، ان سے) ناراض ہوئے اور اٹھ کر چل دیے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لیے اور عرض کیا:

«يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! كَانَ يَشْتُمُنِيْ وَأَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ غَضِبْتَ وَ قُمْتَ»

”اے اللہ کے رسول ! وہ شخص مجھ پر سب وشتم کرتا رہا اور آپ خاموش بیٹھے رہے، لیکن جب میں نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا تو آپ اس پر ناراض ہو گئے اور اٹھ کر چل دیے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّهُ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَنْكَ فَلَمَّا رَدَدْتَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ فَلَمْ أَكُنْ لَأَقْعُدَ مَعَ الشَّيْطَانِ»

”تمھارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمھاری طرف سے اسے جواب دے رہا تھا، لیکن جب تم نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا، تو شیطان بیچ میں پڑ گیا اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا أَبَا بَكْرٍ! ثَلَاثٌ كُلُّهُنَّ حَقٌّ، مَا مِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلَمَةٍ فَيُغْضِيْ

عَنْهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَّا أَعَزَّ اللّٰهُ بِهَا نَصْرَهُ، وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عَطِيَّةٍ يُرِيْدُ بِهَا صِلَةً إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا كَثْرَةً، وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ يُرِيْدُ بِهَا كَثْرَةً إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهَا قِلَّةً » [مسند أحمد : ٤٣٦/٢، ح : ٩٦٣٧، و إسناده حسن لذاته]

''اے ابوبکر! تین باتیں ایسی ہیں کہ وہ تینوں ہی حق ہیں: ① جب کسی آدمی پر ظلم کیا جائے اور وہ شخص محض اللہ تعالیٰ کے لیے اس ظلم سے چشم پوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے اپنی مدد کا حق دار بنا لیتا ہے (یعنی اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے)۔ ② اور جب کوئی شخص محض صلہ رحمی کے لیے (اپنے عزیز و اقارب میں) تحفے تحائف تقسیم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کی وجہ سے اسے اور زیادہ مال و دولت عطا کرتا ہے۔ ③ اور (تیسری بات یہ کہ) جب کوئی شخص مال و دولت میں اضافے کے لیے ہاتھ پھیلاتا اور مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کی تنگ دستی میں اضافہ کر دیتا ہے۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ پی جانے والے تھے، لیکن اس شخص کی زیادتی بڑھتی ہی گئی تو اسے خاموش کروانے کے لیے جواب دیا تھا کہ شاید وہ باز آ جائے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بردباری، حلم اور تحمل و برداشت کی ترغیب دی اور غیظ و غضب کے مواقع پر صبر سے کام لینے کی ضرورت کی طرف راہنمائی فرمائی، کیونکہ بردباری اور غصہ پی جانا ایسی صفت ہے کہ جس سے لوگوں کی نگاہوں میں انسان کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب عائشہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہما

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ عَائِشَةُ، فَقُلْتُ مِنَ

الرِّجَالِ؟ فَقَالَ أَبُوْهَا ، قُلْتُ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالاً ﴾ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ : "لو كنت متخذا خليلا " : ٣٦٦٢]

''نبی ﷺ نے مجھے ذات السلاسل کی لڑائی میں اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا، تو میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا: ''(اے اللہ کے رسول!) آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے۔'' میں نے پھر سوال کیا : ''مردوں میں سے (کس سے ہے)؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے والد (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے۔'' میں نے عرض کیا: ''پھر کس سے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے'' اور اسی طرح کئی آدمیوں کے نام لیے۔''

زبانِ نبوت سے جنت کی بشارت

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے گھر میں وضو کیا اور اس ارادے سے گھر سے باہر آیا کہ آج میں دن بھر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا، آپ کے پاس ہی رہوں گا۔ پھر میں مسجد میں پہنچا اور نبی ﷺ کے متعلق دریافت کیا، تو لوگوں نے بتایا کہ آپ ﷺ تو یہاں سے جا چکے ہیں اور آپ نے اس جانب کا رخ کیا ہے۔ میں بھی آپ کے قدموں کے نشان پر چلا اور آپ کے بارے میں لوگوں سے پوچھتا رہا، یہاں تک کہ آپ ﷺ ''بئر اریس'' (باغ) میں داخل ہو گئے۔ میں دروازے کے قریب بیٹھ گیا، جو کھجور کی ٹہنیوں کا بنا ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کیا تو میں آپ ﷺ کی طرف چل دیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ''اریس'' کنویں کی منڈیر پر بیٹھے ہیں اور آپ کی دونوں پنڈلیاں ننگی ہیں اور آپ نے اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا رکھے ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور پھر واپس آ کر (باغ کے)

دروازے پر بیٹھ گیا اور یہ طے کر لیا کہ آج نبی ﷺ کا دربان بن کر رہوں گا۔ اتنے میں ابوبکر ؓ تشریف لائے اور دروازہ دھکیلا۔ میں نے پوچھا: ''کون ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ابوبکر ہوں۔'' میں نے کہا: ''ذرا ٹھہرو۔'' پھر میں اندر گیا اور کہا: ''اے اللہ کے رسول! ابوبکر اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:

« ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ »

''انھیں آنے دو اور انھیں جنت کی خوشخبری سنا دو۔''

میں واپس آیا اور ابوبکر ؓ سے کہا: ''اندر تشریف لے جائیے اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی خوش خبری دی ہے۔'' سیدنا ابوبکر ؓ داخل ہوئے اور نبی ﷺ کی دائیں طرف اسی منڈیر پر بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا لیے، جس طرح نبی ﷺ نے لٹکائے ہوئے تھے اور اپنی دونوں پنڈلیاں بھی ننگی کر لیں۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: "لو كنت متخذا خليلا": ٣٦٧٤]

سیدنا ابوبکر ؓ کو جنت کے تمام دروازوں سے پکارا جائے گا

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ، يَعْنِي الْجَنَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ! هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ مَا عَلٰى هٰذَا الَّذِيْ يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ، وَ قَالَ هَلْ يُدْعٰى مِنْهَا كُلِّهَا أَحَدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ قَالَ

نَعَمْ، وَ أَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ يَا أَبَا بَكْرٍ! » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ : "لو كنت متخذا خليلاً" : ٣٦٦٦]

''جس شخص نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کا ایک جوڑا (مثلاً دو کپڑے، دو گھوڑے وغیرہ) خرچ کیا تو اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا: ''اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ (تیرے لیے) بہتر ہے۔'' تو جو نماز کا عادی ہو گا اس کو نماز والے دروازے سے بلایا جائے گا، جو مجاہدین میں سے ہو گا اس کو جہاد والے دروازے سے بلایا جائے گا، جو زکوۃ (وصدقات) ادا کرنے والوں میں سے ہو گا اس کو ''باب الصدقہ'' سے پکارا جائے گا اور جو روزہ داروں میں سے ہو گا اس کو ''باب الریان'' سے بلایا جائے گا۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! کسی شخص کو ضرورت تو نہیں کہ اسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے، لیکن کیا کوئی ایسا شخص بھی ہو گا جس کو تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اور اے ابوبکر! مجھے امید ہے کہ تم انھی میں سے ہو گے۔''

نبی ﷺ کی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے علم کی بشارت

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک خواب دیکھا جو ان کے علم پر دلالت کرتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« رَأَيْتُ كَأَنِّي أُعْطِيتُ عُسًّا مَمْلُوْءًا لَبَنًا، فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتّٰى تَمَلَّأْتُ، فَرَأَيْتُهَا تَجْرِيْ فِيْ عُرُوْقِيْ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ، فَفَضَلَتْ مِنْهَا فَضْلَةٌ، فَأَعْطَيْتُهَا أَبَا بَكْرٍ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا عِلْمٌ أَعْطَاكَهُ اللّٰهُ حَتّٰى إِذَا تَمَلَّأْتَ مِنْهُ، فَضَلَتْ فَضْلَةٌ، فَأَعْطَيْتَهَا أَبَا بَكْرٍ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَصَبْتُمْ »

[ابن حبان، كتاب إخباره عن مناقب الصحابة، ذكر أبي بكر...... الخ : ٦٨٥٤]

''میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ دیا گیا، میں نے اس سے خوب سیر ہو کر پیا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ وہ جلد اور گوشت کے درمیان میری رگوں میں دوڑ رہا ہے، پھر اس میں سے کچھ بچ گیا تو میں نے وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دے دیا۔'' صحابہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! یہ تو علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے، حتیٰ کہ جب آپ اس علم سے سیراب ہو گئے اور اس میں سے جو بچ گیا وہ علم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے (اس خواب) کی صحیح تعبیر کی۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مُعبّر

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی:

((إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطِفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ ، فَأَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُوْنَ مِنْهَا فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ ، وَ إِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ فَأَرَاكَ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَعَلَا بِهِ ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! بِأَبِيْ أَنْتَ وَاللّٰهِ ! لَتَدَعَنِّيْ فَأَعْبُرَهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ اعْبُرْهَا قَالَ أَمَّا الظُّلَّةُ فَالْإِسْلَامُ ، وَ أَمَّا الَّذِيْ يَنْطِفُ مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ فَالْقُرْآنُ ، حَلَاوَتُهُ تَنْطِفُ ، فَالْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْمُسْتَقِلُّ ، وَ أَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَالْحَقُّ الَّذِيْ أَنْتَ عَلَيْهِ تَأْخُذُ بِهِ فَيُعْلِيْكَ اللّٰهُ ، ثُمَّ يَأْخُذُ

بِهِ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِكَ فَيَعْلُوْ بِهِ ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَيَعْلُوْ بِهِ ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ رَجُلٌ آخَرُ فَيَنْقَطِعُ بِهِ ثُمَّ يُوَصَّلُ لَهُ فَيَعْلُوْ بِهِ ، فَأَخْبِرْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! بِأَبِيْ أَنْتَ أَصَبْتُ أَمْ أَخْطَأْتُ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَصَبْتَ بَعْضًا وَ أَخْطَأْتَ بَعْضًا قَالَ فَوَاللّٰهِ ! لَتُحَدِّثَنِّيْ بِالَّذِيْ أَخْطَأْتُ ، قَالَ لَا تُقْسِمْ » [بخاري، كتاب التعبير، باب من لم ير الرؤيا لأول عابر إذا لم يصب : ٧٠٤٦]

”میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بادل (سائبان) ہے، اس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے، میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ اسے ہاتھوں میں لے رہے ہیں، کوئی کم، کوئی زیادہ اور میں نے دیکھا کہ ایک رسی آسمان سے زمین تک ملی ہوئی ہے اور آپ ﷺ کو میں نے دیکھا کہ آپ اس کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے، پھر آپ کے بعد ایک اور شخص نے اسے پکڑا اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا، پھر ایک اور شخص نے اسے پکڑا اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا، پھر ان کے بعد ایک اور (یعنی چوتھے) شخص نے اسے پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی اور پھر جوڑ دی گئی۔“ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ”اے اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر قربان ہو، اللہ کی قسم! آپ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس خواب کی تعبیر بیان کروں۔“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بیان کرو۔“ انھوں نے کہا: ”وہ بادل (سائبان) تو اسلام ہے اور اس میں سے جو گھی اور شہد ٹپکتا ہے وہ قرآن مجید ہے کہ اس کی حلاوت و مٹھاس ٹپکتی ہے، تو بعض قرآن کو زیادہ حاصل کرنے والے ہیں اور بعض کم اور وہ رسی جو آسمان سے زمین تک ملی ہوئی ہے اس سے مراد وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں، آپ اسے پکڑے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ آپ کو اوپر اٹھا لے گا، پھر اس رسی کو آپ کے بعد ایک اور آدمی پکڑے گا اور وہ بھی اس کے ذریعے سے اوپر

چڑھ جائے گا، پھر اسے ایک تیسرا آدمی پکڑے گا اور وہ بھی اس کے ذریعے سے اوپر چڑھ جائے گا اور پھر ایک چوتھا آدمی اسے پکڑے گا تو وہ رسی ٹوٹ جائے گی، بعد میں جوڑ دی جائے گی تو وہ بھی اس کے ذریعے سے اوپر چڑھ جائے گا۔ تو اے اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر فدا ہو، بتائیے کہ میں نے ٹھیک تعبیر کی یا اس میں کوئی غلطی کی؟'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''کچھ تعبیر آپ نے ٹھیک بیان کی اور کچھ میں غلطی کی۔'' انھوں نے عرض کی: ''اللہ کی قسم! جو کچھ میں نے غلط بیان کیا ہے وہ مجھے بتا دیجیے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم نہ دو۔''

نبی ﷺ کی موجودگی میں مصلّٰی نبوی ﷺ پر

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنو عمرو بن عوف کی طرف (قبا میں) صلح کرانے کے لیے گئے، تو نماز کا وقت ہو گیا۔ مؤذن نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا: ''اگر آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں اقامت کہوں؟'' ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «نَعَمْ» ''ہاں! (ٹھیک ہے)۔'' (الغرض اقامت کہی گئی اور) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کر دی، اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، تو لوگ حالتِ نماز میں تھے، آپ ﷺ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں پہنچے۔ لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارا (تاکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی آمد پر آگاہ ہو جائیں)، لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں کسی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ جب لوگوں نے زیادہ ہی ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے اشارے سے انھیں اپنی جگہ رہنے کے لیے کہا (کہ نماز پڑھائے جاؤ)، لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں نماز پڑھانے کا حکم دیا (اور انھیں اس قابل سمجھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں نماز پڑھائیں)، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے اور صف میں آ کر شامل ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اور سلام کے بعد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ ؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا لِيْ رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ؟ مَنْ رَابَهُ شَيْءٌ فِيْ صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ ، وَ إِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ » [بخاري، كتاب الأذان، باب من دخل ليؤم الناس فجاء الإمام الأول ...... الخ : ٦٨٤]

”اے ابوبکر! جب میں نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو تو کس چیز نے تمھیں اس بات سے روکا۔“ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”ابوقحافہ کے بیٹے کی یہ شان نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے۔“ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کو قبول فرمایا اور کچھ نہ کہا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: ”عجیب بات ہے کہ میں نے دیکھا کہ تم لوگ بکثرت تالیاں بجا رہے تھے، (یاد رکھو!) اگر نماز میں کسی کو کوئی معاملہ پیش آجائے تو اسے سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ جب وہ یہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور یہ تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔“

واقعۂ افک اور خاندانِ صدیق کا کردار

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ جب سفر پر جاتے تو اپنی بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے، جس بیوی کے نام قرعہ نکلتا اسے اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ (بنو المصطلق) کے موقع پر قرعہ ڈالا جو میرے نام نکلا، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوگئی۔ یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ میں ایک ہودے میں سوار رہتی اور جب اترتی تو ہودے سمیت اتاری جاتی۔ ہم اسی طرح سفر کرتے رہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور سفر سے لوٹے تو ہم لوگ مدینہ کے نزدیک آ پہنچے، آپ نے ایک رات کوچ کا اعلان کیا۔ یہ اعلان سن کر میں اٹھی اور پیدل چل کر لشکر سے پار نکل گئی، جب حاجت سے فارغ ہوئی اور لشکر کی طرف آنے لگی تو مجھے معلوم ہوا کہ ''اظفار'' کے نگینوں کا ہار (جو میرے گلے میں تھا) ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں اسے ڈھونڈنے لگی اور اسے ڈھونڈنے میں دیر لگ گئی۔ اتنے میں وہ لوگ جو میرا ہودہ اٹھا کر اونٹ پر لادا کرتے تھے، انھوں نے ہودہ اٹھایا اور میرے اونٹ پر لاد دیا۔ وہ یہ سمجھتے رہے کہ میں ہودہ میں موجود ہوں، کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، پُر گوشت اور بھاری بھر کم نہیں ہوتی تھیں اور تھوڑا سا کھانا کھایا کرتی تھیں۔ لہٰذا ان لوگوں نے جب ہودہ اٹھایا تو انھیں اس کے ہلکے پن کا کوئی خیال نہ آیا، علاوہ ازیں میں ان دنوں ایک کم سن لڑکی تھی۔ خیر وہ ہودہ اونٹ پر لاد کر چل دیے۔ لشکر کے روانہ ہونے کے بعد میرا ہار مجھے مل گیا اور میں اسی ٹھکانے کی طرف چلی گئی جہاں رات کو پڑاؤ کیا تھا،

دیکھا تو وہاں نہ کوئی پکارنے والا ہے اور نہ جواب دینے والا (مطلب سب جا چکے تھے)، میں نے ارادہ کیا کہ اپنے ٹھکانے پر چلی جاؤں، کیونکہ میرا خیال تھا کہ جب وہ لوگ مجھے نہ پائیں گے تو اسی جگہ تلاش کرنے آئیں گے۔ میں وہاں بیٹھی رہی، نیند نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں سو گئی۔ لشکر کے پیچھے پیچھے (گرے پڑے سامان کی خبر رکھنے کے لیے) صفوان بن معطل السلمی الذکوانی مقرر تھے۔ وہ رات چلے اور صبح میرے ٹھکانے کے قریب پہنچے اور دور سے کسی انسان کو سوتے ہوئے دیکھا، پھر میرے قریب آئے تو مجھے پہچان لیا۔ کیونکہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا تھا، جب انھوں نے مجھے پہچان کر "إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا تو میں بیدار ہو گئی اور اپنی چادر سے چہرہ ڈھانپ لیا۔ اللہ کی قسم! انھوں نے نہ مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے "إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" کے سوا کوئی بات سنی۔ انھوں نے اپنی سواری بٹھائی اور اس کے اگلے پاؤں کو پاؤں سے دبائے رکھا تو میں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ آگے سے اونٹنی کی مہار پکڑ کر پیدل چلتے رہے، یہاں تک کہ ہم لشکر سے اس وقت جا ملے جب وہ عین دوپہر کو گرمی کی شدت کی وجہ سے پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ تو جن کی قسمت میں تباہی لکھی تھی وہ تباہ ہوئے۔ اس تہمت کا ذمہ دار عبداللہ بن اُبی ابن سلول تھا۔ خیر ہم لوگ مدینہ پہنچے، وہاں پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور مہینا بھر بیمار رہی، لوگ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا چرچا کرتے رہے اور مجھے خبر تک نہ ہوئی، البتہ ایک بات سے مجھے شک سا پڑتا تھا، وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی وہ مہربانی جو بیماری کی حالت میں مجھ پر ہوا کرتی تھی وہ اس بیماری میں مجھے نظر نہ آئی۔ بس یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آتے تو سلام کہتے، پھر فرماتے: "کیا حال ہے؟" اور چلے جاتے، اس سے مجھے شک پڑتا، مگر مجھے کسی بات کی خبر نہ تھی۔ بیماری سے کچھ افاقہ ہوا تو میں کمزور ہو گئی، ابھی کمزور ہی تھی کہ "مناصع" کی طرف گئی۔ مسطح کی ماں (عاتکہ) میرے ساتھ تھی۔ ہم لوگ ہر رات کو وہاں رفع حاجت کے لیے جایا کرتے تھے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب ہم اپنے گھروں کے نزدیک بیت الخلا نہیں بناتے تھے، بلکہ پہلے زمانے کے عربوں کی طرح

رفع حاجت کے لیے باہر جایا کرتے تھے۔ کیونکہ گھروں کے قریب بیت الخلا بنانے سے اس کی بدبو ہمیں تکلیف دیتی۔ خیر میں اور مسطح کی ماں جو ابورہم بن عبد مناف کی بیٹی تھی اور اس کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی اور ابوبکر صدیق کی خالہ تھی، اس کا بیٹا مسطح بن اثاثہ تھا۔ رفع حاجت سے فراغت کے بعد ہم دونوں گھر کو آ رہی تھیں کہ مسطح کی ماں کا پاؤں چادر میں الجھ کر پھسلا تو وہ کہنے لگی: ''مسطح ہلاک ہو۔'' میں نے اسے کہا: ''تم نے بہت بری بات کہی، کیا تم اس شخص کو کوستی ہو جو بدر میں شریک تھا؟'' وہ کہنے لگی: ''اے بھولی لڑکی! کیا تم نے وہ نہیں سنا جو اس نے کہا ہے؟'' میں نے کہا: ''اس نے کیا کہا ہے؟'' تب اس نے تہمت لگانے والوں کی باتیں مجھ سے بیان کیں تو میری بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور سلام کر کے پوچھا: ''اب کیسی ہو؟'' میں نے کہا: ''کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں والدین کے پاس جاؤں؟'' میرا ارادہ اس وقت یہ تھا کہ ان سے خبر کی تحقیق کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنے والدین کے پاس آ گئی تو میں نے اپنی ماں سے کہا: ''امی! لوگ (میرے بارے میں) کیا باتیں کر رہے ہیں؟'' اس نے کہا: ''بیٹی! اتنا رنج نہ کرو، اللہ کی قسم! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی مرد کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہوتی ہے اور وہ اس سے محبت کرتا ہے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو وہ بہت کچھ کرتی رہتی ہیں۔'' میں نے کہا: ''سبحان اللہ! لوگوں نے اس کا چرچا بھی کر دیا۔'' چنانچہ میں وہ ساری رات روتی رہی، صبح ہو گئی مگر میرے آنسو تھمتے ہی نہ تھے، نہ آنکھوں میں نیند کا سرمہ تک آتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابو طالب اور اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہم) کو بلایا، کیونکہ وحی اترنے میں دیر ہو رہی تھی اور آپ ﷺ ان سے اپنی اہلیہ سے علیحدگی کے متعلق مشورہ چاہتے تھے۔ چنانچہ اسامہ بن زید نے تو آپ کو اس کے مطابق مشورہ دیا جو وہ جانتے تھے کہ عائشہ ایسی ناپاک باتوں سے پاک ہے اور اس کے مطابق کہا جو ان کے دل میں آپ کے گھر والوں کی محبت تھی۔ انھوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! وہ آپ کی اہلیہ ہے اور ہم خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے۔'' علی بن ابو طالب (رضی اللہ عنہ)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی اور عورتیں اس کے علاوہ بھی بہت ہیں اور اگر آپ بریرہ سے پوچھیں تو وہ آپ کو ٹھیک بتا دے گی۔“ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ (رضی اللہ عنہا) کو بلایا اور اس سے پوچھا: ”اے بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے کہ عائشہ کے متعلق تمھیں کچھ شک ہو؟“ بریرہ (رضی اللہ عنہا) کہنے لگیں: ”اللہ کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے اس میں کوئی بات نہیں دیکھی جسے میں اس کا عیب سمجھوں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ نوعمر لڑکی ہے، گھر والوں کا گندھا ہوا آٹا رکھ کر سو جاتی ہے اور بکری آکر اسے کھا جاتی ہے۔“ (اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ دینے کے لیے) منبر پر کھڑے ہوئے اور اس دن عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے خلاف مدد مانگی، فرمایا:

> ((يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ! مَنْ يَّعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ ؟ فَوَ اللّٰهِ! مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا، وَ لَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلاً مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلٰى أَهْلِيْ إِلَّا مَعِيَ))
>
> ”مسلمانو! اس آدمی کے خلاف کون میری حمایت کرتا ہے جس کی تکلیف مجھے میرے گھر والوں کے متعلق پہنچی ہے، اللہ کی قسم! میں نے اپنے اہلِ خانہ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور ان لوگوں نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا ہے جس میں خیر کے سوا میں نے کچھ نہیں دیکھا اور وہ میرے گھر کبھی اکیلا نہیں بلکہ میرے ساتھ ہی آتا ہے۔“

یہ سن کر سعد بن معاذ انصاری (اوس قبیلے کے سردار) کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ”میں اس کے مقابل آپ کی مدد کرتا ہوں، اگر وہ اوس قبیلے سے ہے تو میں اس کی گردن اڑاتا ہوں اور اگر ہمارے بھائیوں خزرج قبیلے سے ہے تو آپ جو حکم دیں گے ہم بجا لائیں گے۔“ یہ بات سن کر سعد بن عبادہ، جو خزرج قبیلے کے سردار تھے، کھڑے ہوئے، حالانکہ وہ

نیک آدمی تھے، مگر قومی حمیت نے انھیں بھڑکا دیا، انھوں نے سعد بن معاذ سے کہا: ''اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا، نہ تم اسے قتل کرو گے اور نہ ہی قتل کر سکتے ہو۔'' اتنے میں اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا کے بیٹے تھے، کھڑے ہوئے اور انھوں نے سعد بن عبادہ سے کہا: ''تم غلط کہہ رہے ہو، اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کریں گے، کیونکہ تم منافق ہو، منافقوں کی طرف داری کرتے ہوئے ان کی طرف سے جھگڑتے ہو۔'' اس پر اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ آپس میں لڑ پڑیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی منبر ہی پر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سمجھاتے اور ٹھنڈا کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں وہ سارا دن روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمتے تھے نہ مجھے نیند آتی تھی۔ (والد نے مجھے گھر واپس جانے کا حکم دیا اور میں گھر چلی گئی) میرے والدین صبح میرے پاس آ گئے، میں دو راتوں اور ایک دن سے مسلسل رو رہی تھی، اس عرصہ میں مجھے نہ نیند آتی تھی اور نہ آنسو تھمتے تھے، والدین کو گمان ہوتا تھا کہ رو رو کر میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ پھر ایسا ہوا کہ میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت مانگی، میں نے اجازت دے دی تو وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔ ہم اس حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے سلام کہا اور بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے جب سے مجھ پر تہمت لگی تھی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ آپ ایک مہینا انتظار کرتے رہے، مگر وحی نہیں آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا، پھر فرمایا:

« أَمَّا بَعْدُ ، يَا عَائِشَةُ ! فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكِ كَذَا وَ كَذَا ، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ ، وَ إِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوْبِيْ إِلَيْهِ ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ إِلَى اللّٰهِ تَابَ

اللّٰہُ عَلَیْہِ ››

’’اما بعد! عائشہ! مجھے تمھارے بارے میں یہ بات پہنچی ہے، اگر تو بے گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے ضرور بری کر دے گا اور اگر تو کسی گناہ سے آلودہ ہوئی ہے تو اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔‘‘

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات ختم کی تو میرے آنسو سوکھ گئے، حتیٰ کہ مجھے ان کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا، میں نے اپنے والد سے کہا: ’’رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب دیں۔‘‘ انھوں نے کہا:

‹‹ وَاللّٰہِ ! مَا أَدْرِيْ مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ››

’’اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔‘‘

پھر میں نے اپنی ماں سے کہا: ’’آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں۔‘‘ انھوں نے کہا: ’’اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں میں کیا کہوں۔‘‘ آخر میں خود ہی جواب دینے لگی، میں نوعمر لڑکی تھی، قرآن میں نے زیادہ نہیں پڑھا تھا، میں نے کہا:

‹‹ إِنِّيْ وَاللّٰہِ! لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ ھٰذَا الْحَدِیْثَ حَتّٰی اسْتَقَرَّ فِيْ أَنْفُسِکُمْ وَ صَدَّقْتُمْ بِہٖ ، فَلَئِنْ قُلْتُ لَکُمْ إِنِّيْ بَرِیْئَۃٌ ، وَاللّٰہُ یَعْلَمُ أَنِّيْ بَرِیْئَۃٌ ، لَا تُصَدِّقُوْنَنِيْ بِذٰلِکَ ، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَکُمْ بِأَمْرٍ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ أَنِّيْ مِنْہُ بَرِیْئَۃٌ لَتُصَدِّقُنِّيْ ، وَاللّٰہِ! مَا أَجِدُ لَکُمْ مَثَلاً إِلَّا قَوْلَ أَبِيْ یُوْسُفَ قَالَ : ﴿ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴾ [یوسف : ۱۸] ››

’’اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ آپ لوگوں نے یہ بات سنی ہے، حتیٰ کہ آپ کے دل میں جم گئی ہے اور آپ نے اسے سچا سمجھ لیا ہے، اب اگر میں آپ سے کہوں کہ

میں بے گناہ ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، تو تم مجھے اس میں سچا نہیں سمجھو گے اور اگر میں کسی بات کا اعتراف کر لوں، جب کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ مجھے سچا سمجھیں گے۔ اللہ کی قسم! میں اپنی اور تمھاری مثال ایسی ہی سمجھتی ہوں جیسے یوسف کے باپ نے کہا تھا ''سو (میرا کام) اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے، جو تم بیان کرتے ہو۔''

پھر میں نے کروٹ بدل لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ میں اس وقت جانتی تھی کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور میری بے گناہی کی وجہ سے مجھے بری کر دے گا، لیکن اللہ کی قسم! مجھے یہ گمان تک نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل کرنے والا ہے جس کی تلاوت کی جائے گی اور میرے دل میں میری شان اس سے کہیں کم تر تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی بات فرمائے گا جس کی تلاوت کی جایا کرے گی۔ مجھے تو یہ امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ نیند میں خواب دیکھیں گے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ مجھے پاک قرار دے گا۔ تو اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ ﷺ وہاں سے چلے نہ تھے، نہ ہی گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی اور آپ پر وہ سختی ہونے لگی جو اس موقع پر ہوا کرتی تھی، یہاں تک کہ آپ سے موتیوں کی طرح پسینا ٹپکنے لگا، حالانکہ وہ سردی کا دن تھا۔ ایسا اس کلام کے بوجھ کی وجہ سے ہوتا تھا جو آپ پر نازل ہوتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے وہ حالت ختم ہوئی تو آپ خوش تھے اور ہنس رہے تھے۔ پھر پہلی بات جو آپ نے کہی یہ تھی:

« يَا عَائِشَةُ ! أَمَّا اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكِ »

''عائشہ! اللہ عزوجل نے تمھیں بری کر دیا۔''

میری والدہ نے کہا: ''آپ ﷺ کی طرف اٹھو (اور شکریہ ادا کرو)۔'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف نہیں اٹھوں گی اور اللہ کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں

گی۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ …… وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النور : ۱۱ تا ۲۰] [بخاري، كتاب التفسير، باب : ﴿ لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمومنات…… ﴾ : ٤٧٥٠]

کیوں نہیں، واللہ! یقیناً میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''جب اللہ تعالیٰ نے (سورۂ نور کی واقعۂ افک والی) یہ آیات میری براءت میں نازل کر دیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، جو محتاجی اور قرابت کی وجہ سے مسطح بن اثاثہ پر خرچ کیا کرتے تھے، کہا:

« وَاللّٰهِ ! لَا أُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِيْ قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ »

''اللہ کی قسم! اب میں مسطح پر کچھ خرچ نہیں کروں گا، کیوں کہ اس نے عائشہ کے متعلق ایسی ایسی باتیں کی ہیں۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [النور : ۲۲]

''اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« بَلٰى وَاللّٰهِ ! إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ »

''کیوں نہیں، اللہ کی قسم! یقیناً میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے۔''

چنانچہ مسطح کو وہ پھر سے تمام اخراجات دینے لگے جو پہلے دیا کرتے تھے اور فرمایا:

« وَاللّٰهِ ! لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا » [بخاري، كتاب التفسير، باب : ﴿لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات...... الخ﴾ : ٤٧٥٠]

”اللہ کی قسم ! اب کبھی ان کا نفقہ (خرچہ) بند نہیں کروں گا۔“

اعلان براءت پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر کا بوسہ لینا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری براءت آسمان سے نازل ہوئی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرے سر کا بوسہ لیا، میں نے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرا عذر کیوں بیان نہیں کیا تھا؟ تو انھوں نے کہا:

« أَيُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِيْ وَأَيُّ أَرْضٍ تُقِلُّنِيْ إِذَا قُلْتُ مَا لَا أَعْلَمُ » [المدخل للبيهقي : ١٦٧/٢، ح : ٦٤٧، وإسناده صحيح۔ مسند البزار كشف الأستار : ٢٤٢/٣، ح : ٢٦٦٥]

”کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوتا اور کون سی زمین میرا بوجھ اٹھاتی جب میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے علم ہی نہیں تھا۔“

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول ادعیہ

نماز میں آخری تشہد کی دعا

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھایئے جسے میں اپنی نماز میں مانگوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دعا پڑھا کرو:

« اَللّٰهُمَّ ! إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا ، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ ، فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ ، وَ ارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ » [بخاري، كتاب الأذان، باب الدعاء قبل السلام : ٨٣٤۔ مسلم : ٢٧٠٥]

''اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ پس تو مجھے اپنی رحمت سے معاف کر دے اور مجھ پر رحم کر۔ بے شک تو خوب معاف کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس دعا میں بندہ اپنی ایسی حالت کا ذکر کرتا ہے جو مغفرت کی شدید متقاضی ہے اور اپنے رب کی ایسی خوبی بیان کرتا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ اس کے مطلوب کو اس کے رب کے علاوہ کوئی پورا کرنے پر قادر نہیں۔

صبح وشام کی دعا

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے کہا: ((يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مُرْنِيْ بِكَلِمَاتٍ أَقُوْلُهُنَّ إِذَا أَصْبَحْتُ وَ إِذَا أَمْسَيْتُ)) ''اے اللہ کے رسول! مجھے ایسے کلمات سکھایئے جو میں صبح وشام پڑھا کروں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ پڑھا کرو:

((اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَ شِرْكِهِ))

''اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! ہر چیز کے پروردگار اور اس کے مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنے نفس کی شرارت، شیطان کے شر اور اس کے شرک سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دعا صبح شام اور سوتے وقت پڑھا کرو۔'' [أبو داوٗد، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح : ٥٠٦٧ـ ترمذي : ٣٣٩٢، و إسناده صحيح]

ابوبکر ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سبق سیکھا کہ کوئی شخص توبہ و استغفار سے مستغنی نہیں ہوسکتا، بلکہ ہمہ وقت ہر شخص توبہ و استغفار کا محتاج ہے۔

وفاتِ نبوی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

وفات نبوی کا اشارہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنسو

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا:

« إِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَ بَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ »

”اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا میں اور جو کچھ اللہ کے پاس (آخرت میں) ہے، ان دونوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا، تو اس بندے نے جو اللہ کے پاس تھا اسے اختیار کر لیا۔“

یہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے، تو ہمیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رونے پر بڑا تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کسی بندے کو اختیار دیے جانے کی خبر دے رہے ہیں (اور یہ رو رہے ہیں، لیکن بعد میں واضح ہوا کہ) جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ تو خود رسول اللہ ﷺ تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ صاحب علم وفراست تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلاً غَيْرَ رَبِّيْ لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيْلاً، وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَ مَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابَ

أَبِيْ بَكْرٍ ﴾ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ : "سدوا الأبواب إلا باب أبي بكر" : ٣٦٥٤]

''اپنی صحبت اور مال کے ذریعے سے مجھ پر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا احسان سب سے زیادہ ہے اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو اپنا دلی دوست بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت و محبت کافی ہے۔ دیکھو! مسجد کی طرف تمام دروازے (جو صحابہ کے گھروں کی طرف کھلتے تھے سب) بند کر دیے جائیں، صرف ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا دروازہ (کھلا) رہنے دو۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام نہ بنانے کی درخواست کرنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''میں نے اس معاملہ میں (یعنی ایام مرض میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کے سلسلہ میں) رسول اللہ ﷺ سے بار بار پوچھا، مجھے بار بار آپ ﷺ سے پوچھنے پر صرف اس چیز نے ابھارا کہ میرے دل میں خیال تھا کہ جو شخص (رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں) آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس سے کبھی محبت نہیں رکھیں گے اور میرا خیال تھا کہ جو آپ ﷺ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس سے بد فالی لیں گے، اس لیے میں چاہتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم نہ دیں۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ و وفاته : ٤٤٤٥]

حکم نبوی کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائیں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''جب نبی ﷺ اپنے اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی، تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو نماز (کا وقت ہو جانے) کی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ﴾

''ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

میں نے عرض کی: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں، جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رقت طاری ہو جانے کی وجہ سے رونے لگیں گے اور قراءت نہ کر سکیں گے۔'' آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: ''ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' میں نے پھر وہی بات عرض کی، تو تیسری یا چوتھی بار آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ ، مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ »

''تم تو یوسف (علیہ السلام) کے ساتھ والی عورتیں معلوم ہوتی ہو۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

چنانچہ (کہہ دیا گیا اور) ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے، پھر نبی ﷺ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لے کر باہر تشریف لائے۔ گویا کہ میں (اب بھی) آپ ﷺ کے دونوں پاؤں کو دیکھ رہی ہوں کہ بہ سبب (ضعفِ) مرض زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو چاہا کہ (مصلیٰ امامت سے) پیچھے ہٹ جائیں، مگر آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کچھ پیچھے ہٹ گئے، پھر نبی ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو آپ ﷺ کی تکبیر سنا رہے تھے۔'' مسلم کی روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر رہے تھے۔'' [بخاري، كتاب الأذان، باب من أسمع الناس تكبير الإمام : ٧١٢، ٦٦٤۔ مسلم : ٩٥/٤١٨]

نبی ﷺ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھنے والوں پر اظہارِ مسرت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''پیر کے دن مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ انھیں نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ نظر آئے۔ آپ ﷺ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں صف باندھے کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر پہلے مسکرائے پھر ہنس پڑے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تاکہ صف میں آ جائیں، انھوں نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔'' انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریب تھا کہ مسلمان اس خوشی کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر انھیں ہوئی تھی، اپنی نماز توڑ ہی لیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز پوری کر لو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ لٹکا لیا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته : ٤٤٤٨]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو بوسہ دینا

جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی وہ دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بڑا ہی کٹھن اور مشکل ترین دن تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا ہوش تک نہ رہا تھا، کھڑے ہونے کی ہمت جواب دے گئی تھی، بولنے کی سکت ختم ہو گئی تھی، صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا یقین نہیں آ رہا تھا اور بعض شدتِ غم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انکار کر رہے تھے، جبکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ ''سنح'' سے گھوڑے پر آئے اور گھوڑے سے نیچے اتر کر مسجد کے اندر چلے گئے، کسی سے کوئی بات نہیں کی، یہاں تک کہ میرے پاس (میرے حجرے میں) آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یمنی چادر تھی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے چادر کو ہٹایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھک کر بوسہ دیا اور رونے لگے، پھر کہنے لگے:

« بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّيْ ، وَاللّٰهِ ! لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا » [بخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلی اللہ علیہ وسلم و وفاته : ٤٤٥٢، ٤٤٥٣]

> ’’میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت طاری نہیں کرے گا، جو موت آپ کے لیے لکھی ہوئی تھی وہ آپ پر طاری ہو چکی ہے۔‘‘

حادثہ دل فگار کی ہولناکی اور سیدنا ابوبکر ؓ کا موقف

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: ’’سیدنا ابوبکر ؓ (حجرۂ عائشہ سے) باہر تشریف لائے اور سیدنا عمر ؓ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے (کہ اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ فوت نہیں ہوئے)۔ ابوبکر ؓ نے کہا: « اِجْلِسْ يَا عُمَرُ! » ’’عمر! بیٹھ جاؤ‘‘ لیکن عمر ؓ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ اتنے میں لوگ سیدنا عمر ؓ کو چھوڑ کر آپ ؓ کی طرف متوجہ ہوئے، تو ابوبکر ؓ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

> « فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ »
>
> ’’(سنو!) تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، تو وہ جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا، تو (اس کا معبود) اللہ ہمیشہ سے زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔‘‘

پھر ابوبکر ؓ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

> ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٤٤]
>
> ’’اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے، تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی

ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((وَاللّٰهِ ! لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا أَبُوْ بَكْرٍ ، فَتَلَقَّاهَا النَّاسُ مِنْهُ كُلُّهُمْ ، فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِّنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوْهَا))

”اللہ کی قسم! ایسا محسوس ہوا کہ جیسے پہلے لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے، جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی تو سب نے یہ آیت ان سے سیکھی۔ اب حالت یہ تھی کہ جو شخص بھی اس آیت کو سنتا تھا تو وہ اس کی تلاوت کرنے لگ جاتا تھا۔“

بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آل عمران کی اس آیت کی تلاوت کی تو لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((وَاللّٰهِ ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ ، حَتّٰى مَا تُقِلُّنِيْ رِجْلَايَ ، وَحَتّٰى أَهْوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ حِيْنَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا ، عَلِمْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ))

[بخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ و وفاته : ٤٤٥٤، ٣٦٦٨]

”اللہ کی قسم! مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، تو میں سکتے میں آ گیا اور ایسا محسوس ہوا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا پائیں گے اور میں زمین پر گر گیا اور اس وقت میں نے جان لیا کہ نبی ﷺ وفات پا چکے ہیں۔“

اس موقع پر اس آیت کریمہ کی تلاوت سیدنا ابوبکر ؓ کی شجاعت اور جرأت و بہادری کی بہت بڑی دلیل ہے، کیونکہ شجاعت اور جرأت مصائب و آلام کے وقت دل کے ثابت قدم رہنے کا نام ہے اور نبی کریم ﷺ کی وفات سے بڑھ کر کون سی مصیبت ہو سکتی ہے؟ اس سے ابوبکر ؓ کی شجاعت اور علمی مقام و مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ اللہ کے نبی ﷺ فوت نہیں ہوئے، سیدنا عمر ؓ بھی انھی میں سے ایک تھے، لیکن سیدنا ابوبکر ؓ نے اس موقع پر حالات کو سنبھالا اور لوگوں کے سامنے حقیقت آشکارا کی۔

ان چند کلمات اور قرآن سے استدلال و استشہاد سے وہ لوگ جو فرطِ غم کی وجہ سے حیران و ششدر تھے، وہ ہوش میں آئے، ان کی حیرانی و پریشانی ختم ہوئی اور وہ جان گئے کہ اللہ ہی حیّ و قیوم ہے، وہی ایک ذات ہے جو موت سے مستثنیٰ ہے، وہی ذات تنہا عبادت کی مستحق ہے اور نبی کریم ﷺ کے بعد بھی اسلام باقی رہے گا۔

باب 04

خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

- خلافت صدیقی کے اشارات احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں
- سقیفہ بنی ساعدہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت
- صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعتِ عام
- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبۂ خلافت
- ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت
- علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت
- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی معاشی حالت
- نصاب زکوٰۃ کے بارے میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مفصل روایت
- بحیثیتِ خلیفۂ رسول اصلاح معاشرہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کردار
- لشکر اسامہ کی روانگی
- فتنۂ ارتداد سے متعلق نبوی پیش گوئیاں
- مرتدین کے متعلق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا موقف
- مسیلمہ کذاب اور جنگ یمامہ
- قرآن کی جمع وتدوین
- سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات
- ابو بکر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کے تعریفی کلمات

سیدنا علی ؓ نے سیدنا ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ ؓ سے کہا:

« يَا أَبَا جُحَيْفَةَ! أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ قَالَ قُلْتُ بَلٰى، قَالَ وَلَمْ أَكُنْ أَرٰى أَنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْهُ، قَالَ أَفْضَلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ، وَبَعْدَ أَبِيْ بَكْرٍ، عُمَرُ، وَبَعْدَهُمَا آخَرُ ثَالِثٌ وَلَمْ يُسَمِّهِ » [مسند أحمد : ١/١٠٦، ح : ٨٣٨، و إسناده حسن لذاته]

"اے ابو جحیفہ! کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ اس امت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے؟" سیدنا ابو جحیفہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: "کیوں نہیں۔" اور کہتے ہیں: "میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد علی ؓ سے افضل اس امت میں کوئی بھی نہیں ہے۔" سیدنا علی ؓ نے کہا: "اس امت میں صاحب امت ﷺ کے بعد سب سے افضل ہستی سیدنا ابو بکر ؓ کی ہے اور ان کے بعد سیدنا عمر فاروق ؓ ہیں اور ان دونوں کے بعد تیسرا ہے۔" اور آپ ؓ نے اس کا نام نہیں لیا۔"

خلافت صدیقی کے اشارات

احادیث نبوی ﷺ میں

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرنے والی بہت سی مشہور اور متواتر احادیث موجود ہیں، جو صراحتاً یا اشارتاً آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں، ان احادیث میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

اگر میں نہ ملوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس حاضر ہونا

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے اسے (اب کی دفعہ لوٹ جانے اور) دوبارہ آنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا: ”بتلایئے! اگر میں آؤں اور آپ (ﷺ) کو نہ پاؤں تو؟“ گویا وہ کہنا چاہتی تھی کہ اگر آپ وفات پا جائیں تو (کس سے ملوں)؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنْ لَمْ تَجِدِيْنِيْ فَأْتِيْ أَبَا بَكْرٍ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ : " لو كنت متخذا خليلا " : ٣٦٥٩۔ مسلم : ٢٣٨٦]

”اگر تو مجھے نہ پا سکے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آ جانا۔“

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وعدوں کی تکمیل آپ کے بعد آنے والے خلیفہ کی ذمہ داری تھی اور اس حدیث میں ان لوگوں کا ردّ ہے جو یہ زعم

رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی و عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے بعد خلیفہ بنائے جانے کی تنصیص فرمائی ہے۔

میرے بعد ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتدا کرنا

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنِّيْ لَا أَدْرِيْ مَا بَقَائِيْ فِيْكُمْ ، فَاقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ وَأَشَارَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ » [ترمذي، أبواب المناقب، باب : " اقتدوا بالذين من بعدي أبي بكر و عمر " : ٣٦٦٣ ـ ابن حبان: ٦٩٠٢ ، و إسناده حسن لذاته]

”مجھے معلوم نہیں کہ میں کب تک تمھارے درمیان رہتا ہوں، لہٰذا تم میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرنا۔“ اور (یہ کہتے ہوئے) آپ ﷺ نے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی طرف اشارہ فرمایا۔“

یہاں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حسنِ سیرت اور صدقِ باطن کی بنا پر ان دونوں کی اقتدا کا حکم فرمایا اور اس حدیث میں امر خلافت کے سلسلہ میں واضح اشارہ ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کے مختصر ہونے کا اشارہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« بَيْنَمَا أَنَا عَلٰى بِئْرٍ أَنْزِعُ مِنْهَا ، جَاءَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ ، فَأَخَذَ أَبُوْ بَكْرٍ الدَّلْوَ ، فَنَزَعَ ذَنُوْبًا أَوْ ذَنُوْبَيْنِ ، وَ فِيْ نَزْعِهِ ضَعْفٌ ، وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ، ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ أَبِيْ بَكْرٍ ، فَاسْتَحَالَتْ فِيْ يَدِهِ غَرْبًا ، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهُ ، فَنَزَعَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ » [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ، باب

قول النبي ﷺ : "لو كنت متخذا خليلا" : ٣٦٧٦۔ مسلم : ٢٣٩٢/١٨]

"میں (خواب میں) ایک کنویں پر کھڑا اس سے پانی کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) آ گئے۔ ابوبکر نے (مجھ سے) ڈول لے لیا اور ایک یا دو ڈول کھینچے۔ ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ سے ڈول عمر (رضی اللہ عنہ) نے لے لیا اور ان کے ہاتھ میں پہنچتے ہی وہ ایک بہت بڑے ڈول کی شکل میں ہو گیا۔ میں نے ان سے زیادہ کوئی ہمت والا اور بہادر انسان نہیں دیکھا جو اتنی حسن تدبیر اور مضبوط قوت کے ساتھ کام کرنے کا عادی ہو۔ چنانچہ انھوں نے اتنا پانی کھینچا کہ لوگوں نے اونٹوں کو پانی پلانے کی جگہیں بھر لیں۔"

اہلِ علم نے بیان کیا کہ اس خواب میں آپ ﷺ کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی تمثیل و بشارت اور ان کے حالات کی پیش گوئی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کا خواب وحی الٰہی ہوا کرتا ہے اور "ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پانی نکالنے میں کمزوری تھی" سے آپ کی مدت خلافت کے مختصر ہونے، نیز جلد وفات پانے اور مرتدین کے ساتھ مشغول جنگ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کے دورِ خلافت میں فتوحات میں وہ وسعت نہیں ہوئی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی، کیونکہ انھیں خلافت کے لیے طویل عرصہ ملا۔

مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو مسند خلافت نہیں دیں گے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا:

« اُدْعِيْ لِيْ أَبَا بَكْرٍ أَبَاكِ ، وَأَخَاكِ ، حَتّٰى أَكْتُبَ كِتَابًا ، فَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَّتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَيَقُوْلُ قَائِلٌ أَنَا أَوْلٰى ، وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر رضي الله عنه : ٢٣٨٧]

> ”اپنے باپ ابوبکر (ؓ) اور اپنے بھائی کو بلاؤ، تا کہ میں (انھیں) ایک تحریر لکھ دوں، میں ڈرتا ہوں کہ کوئی (خلافت کی) آرزو کرنے والا آرزو نہ کرے اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں خلافت کا زیادہ حق دار ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی انکار کرتے ہیں ابوبکر (ؓ) کے سوا کسی اور (کی خلافت) سے۔“

یہ حدیث سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی فضیلت پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، بایں طور کہ رسول اللہ ﷺ نے مستقبل میں اپنی وفات کے بعد واقع ہونے والے امر کی خبر دی اور یہ بتلایا کہ مسلمان ابوبکر ؓ کے علاوہ کسی کو مسند خلافت نہیں دیں گے اور حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس سلسلہ میں قدرے اختلاف رونما ہوگا اور یہ سب، جیسا کہ آپ ﷺ نے خبر دی واقع ہوا، پھر لوگ سیدنا ابوبکر ؓ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔

ابوبکر ؓ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ”کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی مرض الموت کی کیفیت بتائیں گی؟“ تو انھوں نے فرمایا: ”کیوں نہیں (ضرور بتاؤں گی)، ہوا یہ کہ جب نبی ﷺ زیادہ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: ”کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟“ ہم نے کہا: ”نہیں، اے اللہ کے رسول! وہ تو آپ کے منتظر ہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے لیے ٹب میں پانی رکھ دو (میں غسل کروں گا)۔“ سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا، آپ ﷺ نے غسل کیا اور کھڑے ہونا چاہا مگر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ”کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟“ ہم نے عرض کی: ”نہیں، اے اللہ کے رسول! وہ تو آپ کے منتظر ہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میرے لیے ٹب میں پانی رکھ دو۔“ (ہم

نے پانی رکھ دیا)۔ چنانچہ آپ ﷺ بیٹھ گئے، پھر غسل کیا اور کھڑے ہونا چاہا مگر بے ہوش ہو گئے۔ (تیسری دفعہ) جب آپ ﷺ کو ہوش آیا تو آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ''کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟'' ہم نے عرض کی: ''نہیں، اے اللہ کے رسول! وہ تو آپ کے منتظر ہیں۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''میرے لیے ٹب میں پانی رکھ دو۔'' (پانی رکھ دیا گیا تو) آپ ﷺ بیٹھ گئے، پھر غسل کیا پھر کھڑے ہونا چاہا مگر بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب افاقہ ہوا تو پوچھا: ''کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟'' ہم نے عرض کی: ''نہیں، اے اللہ کے رسول! وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' اور اس وقت لوگ مسجد میں تھے اور رسول اللہ ﷺ کا عشاء کی نماز کے لیے انتظار کر رہے تھے۔ پھر نبی ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھائیں۔ پیغام لے کر آنے والا شخص سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ﴿إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ﴾ ''رسول اللہ ﷺ آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک نرم دل انسان تھے، انھوں نے (عمر رضی اللہ عنہ سے) کہا: ''اے عمر! آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔'' تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔'' تب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان بقیہ دنوں میں نماز پڑھائی۔ پھر ایک دن نبی ﷺ نے اپنے آپ میں کچھ افاقہ محسوس کیا تو آپ ﷺ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لے کر نمازِ ظہر کے لیے تشریف لے گئے۔ ان دو میں سے ایک سیدنا عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ اس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا، لیکن نبی کریم ﷺ نے انھیں اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ پھر آپ ﷺ نے (ان دونوں ساتھیوں سے) فرمایا: ''مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو۔'' تو انھوں نے آپ ﷺ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔ اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نبی ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا

کر رہے تھے اور لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے اور نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔‘‘ ایک روایت میں ہے: ’’آپ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔‘‘ [بخاري، كتاب الأذان، باب إنما جعل الإمام ليؤتم به : ٦٨٧- مسلم : ٤١٨، ٩٥/ ٤١٨]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’محقق بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنائے جانے کی خبر دی اور اپنے اقوال و افعال کے ذریعے سے آپ ﷺ نے اس طرف راہنمائی بھی کی اور آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی احسن انداز میں خبر دی اور اس سلسلہ میں وصیت نامہ لکھنے کا عزم کیا، پھر جب آپ ﷺ کو معلوم ہوگیا کہ مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو جائیں گے تو اس پر اکتفا کرتے ہوئے آپ ﷺ نے وصیت نامہ لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اگر خلیفہ کی تعیین امت پر مشتبہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس کو واضح طور پر بیان کر دیتے، تاکہ عذر ختم ہو جاتا، لیکن جب متعدد طریقوں سے ان کی راہنمائی فرما دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے لیے موزوں ہیں اور لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی مراد کو سمجھ لیا تو اس سے مقصود حاصل ہو گیا۔ اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین و انصار کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’’تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کی طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح گردنیں اٹھیں۔‘‘

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ’’نصوصِ صحیحہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت اور ثبوت اور اللہ و رسول کے ان سے راضی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کی خلافت پر مسلمانوں کی بیعت منعقد ہو چکی ہے اور صحابہ نے آپ کو بحیثیت خلیفہ ان نصوص کی بنیاد پر منتخب کیا تھا جن میں اللہ و رسول ﷺ کی طرف سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت وارد ہے۔ لہٰذا آپ کی خلافت نص اور اجماع دونوں ہی سے ثابت ہے۔ نیز نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ اور اس کی رسول آپ سے راضی ہیں اور یہ حق ہے، اللہ نے اس کا

حکم فرمایا اور یہ مقدر فرمایا کہ اہلِ ایمان آپ کو منتخب کریں گے اور یہ اسلوب بہ نسبت مجرد عہد وتعیین کے زیادہ مؤثر اور بلیغ ہے، کیونکہ محض عہد وتعیین کی صورت میں اس کا ثبوت صرف عہد وتعیین کی بنا پر ہوتا، لیکن جب بغیر عہد وتعیین کے مسلمانوں نے آپ کو منتخب فرمایا اور نصوص نے اس کو درست ٹھہرایا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو پسند فرمایا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس قدر فضائل کے حامل تھے کہ آپ کی شخصیت دوسروں سے ممتاز تھی، جس کی وجہ سے اہلِ ایمان نے آپ کو اس منصبِ خلافت کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار سمجھا اور ایسی صورت میں عہد وتعیین کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔''

[منهاج السنة لابن تيمية : ١/ ١٣٩ تا ١٤١]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَجْمَعَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَاسْتَخْلَفُوْا أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ))

[مستدرك حاكم : ٣/ ٨٠، ح : ٤٤٧٦، و إسناده حسن لذاته]

''نبی ﷺ کے صحابہ نے اتفاق واتحاد کیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا۔''

سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کسی نے یوں کہا ہے کہ واللہ! اگر عمر کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں شخص کی بیعت کروں گا۔ دیکھو، تم میں سے کسی کو یہ دھوکا نہ ہو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہو گئی تھی اور وہ مکمل ہو گئی۔ سنو، یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کا معاملہ ایسے ہی تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس ناگہانی بیعت کے شر سے (ہمیں) بچائے رکھا اور تم میں سے کوئی بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا نہیں جس (کی ملاقات) کے لیے لمبے سفر طے کیے جاتے ہوں (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا متقی و پارسا تم میں کوئی نہیں)۔ کوئی شخص مسلمانوں کے صلاح مشورہ کے بغیر کسی کی بیعت نہ کرے، جو کوئی ایسا کرے گا اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ بیعت کرنے والا اور بیعت لینے والا دونوں اپنی جان گنوا دیں گے۔ سنو! بلاشبہ جس وقت نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو انصار نے ہماری مخالفت کی تھی اور وہ سب لوگ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے تھے۔ اسی طرح علی اور زبیر (رضی اللہ عنہما) اور ان کے ساتھیوں نے بھی ہماری مخالفت کی تھی اور باقی مہاجرین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اس وقت میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اے ابوبکر! ہمیں اپنے ان انصار بھائیوں کے پاس لے چلیے۔'' چنانچہ ہم ان سے ملاقات کے ارادے سے چل پڑے، جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ان میں سے دو صالح آدمیوں سے ملاقات ہوئی۔ ان دونوں نے (ہمیں) انصار کے عزائم سے مطلع کیا، پھر سوال کیا: ''اے مہاجرین کی

جماعت! آپ کہاں جا رہے ہیں؟“ ہم نے کہا: ”ہم اپنے ان انصار بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔“ ان دونوں نے کہا: ”آپ لوگ ہرگز وہاں نہ جائیں، بلکہ خود جو معاملہ کرنا ہے کرلیں۔“ میں نے کہا: ”واللہ! ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے۔“ چنانچہ ہم آگے بڑھے اور انصار کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے۔ مجلس میں ایک صاحب (خزرج کے سردار) چادر لپیٹے درمیان میں بیٹھے تھے۔ میں نے پوچھا: ”یہ صاحب کون ہیں؟“ لوگوں نے بتایا: ”سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) ہیں۔“ میں نے پوچھا: ”انھیں کیا ہوا ہے؟“ لوگوں نے بتایا: ”بخار آ رہا ہے۔“ پھر ہم تھوڑی ہی دیر بیٹھے تھے کہ ان کے خطیب نے خطبہ مسنونہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی، پھر گویا ہوئے:

« فَنَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ وَكَتِيبَةُ الْإِسْلَامِ، وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ رَهْطٌ، وَقَدْ دَفَّتْ دَافَّةٌ مِّنْ قَوْمِكُمْ، فَإِذَا هُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يَّخْتَزِلُونَا مِنْ أَصْلِنَا، وَأَنْ يَّحْضُنُونَا مِنَ الْأَمْرِ »

”ہم اللہ کے (دین کے) مددگار (انصار) اور اسلام کے لشکر ہیں اور اے مہاجرین! تم ایک مختصر سی جماعت ہو، تم میں سے کچھ لوگ اپنی قوم میں سے نکل کر آئے تھے اور اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری بیخ کنی کریں اور ہمیں خلافت سے بے دخل کر دیں (ایسا نہیں ہوگا)۔“

وہ شخص خاموش ہوا تو میں نے گفتگو کرنا چاہی اور میں نے احسن انداز میں اپنی بات کہنے کے لیے تیاری کر لی تھی، جسے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے کرنا چاہتا تھا۔ میں اس گفتگو سے مجلس کی تلخی کو دور کرنا چاہتا تھا، لیکن جب میں نے بولنا چاہا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: « عَلٰی رِسْلِكَ » ”ٹھہرو۔“ میں نے آپ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا، پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی، وہ مجھ سے زیادہ بردبار اور باوقار تھے، واللہ! انھوں نے کوئی بات نہیں چھوڑی جو مجھے

پسند تھی اور جو میں نے اپنے دل میں سوچ رکھی تھی، انھوں نے فی البدیہہ اُس جیسی یا اس سے بہتر بات کہی۔ آپ نے اپنی بات ختم کی، پھر فرمایا:

« مَا ذَكَرْتُمْ فِيكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَأَنْتُمْ لَهُ أَهْلٌ، وَلَنْ يُعْرَفَ هٰذَا الْأَمْرُ إِلَّا لِهٰذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ، هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَبًا وَدَارًا، وَقَدْ رَضِيتُ لَكُمْ أَحَدَ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ، فَبَايِعُوا أَيَّهُمَا شِئْتُمْ »

”تم نے اپنے بارے میں جو خیر کی باتیں کی ہیں یقیناً تم اس کے مستحق ہو، لیکن خلافت و امارت قریش ہی کے لیے موزوں و مناسب ہے۔ کیونکہ قریش از روئے نسب اور از روئے خاندان تمام عرب کی قوموں میں بڑھ کر ہیں، میں تمھارے لیے ان دو آدمیوں میں سے ایک کو پسند کرتا ہوں، تم جسے چاہو منتخب کر کے اس کی بیعت کر لو۔“

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرا اور ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑ (کر آگے کر دیا) اور آپ ہمارے درمیان ہی بیٹھے ہوئے تھے، ان کی ساری گفتگو میں سے صرف یہی ایک بات مجھے ناگوار گزری (کہ میرا ہاتھ بیعت کے لیے آگے کر دیا)۔ اللہ کی قسم! مجھے آگے کر دیا جاتا اور بے گناہ میری گردن مار دی جاتی تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند تھا کہ مجھے ایک ایسی قوم کا امیر بنایا جاتا جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ اے اللہ! میرا اب تک یہی خیال ہے، ہوسکتا ہے کہ موت کے وقت نفس مجھے بہکا دے اور میں کوئی دوسرا خیال کروں جو اب میرے دل میں نہیں ہے۔

انصار میں سے ایک شخص (حباب بن منذر رضی اللہ عنہ) نے کہا: ”(سنو!) میں ایک لکڑی ہوں کہ جس کے ساتھ اونٹ اپنا بدن رگڑ کر کھجلی کی تکلیف رفع کرتے ہیں اور میں وہ باڑھ ہوں جو درختوں کے اردگرد حفاظت کے لیے لگائی جاتی ہے (یعنی میں ایک عمدہ تدبیر بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ) ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔“ (یہ رائے

آنے کے بعد) وہاں شور وغل ہونے لگا، کوئی کچھ کہتا اور کوئی کچھ کہتا، مجھے (مسلمانوں میں) اختلاف رونما ہونے کا خوف دامن گیر ہوا تو میں نے کہا:

((اُبْسُطْ يَدَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ!))

''ابوبکر! اپنا ہاتھ بڑھایئے۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو سب سے پہلے میں نے آپ کی بیعت کی، پھر مہاجرین نے بیعت کی اور پھر انصار نے بھی آپ کی بیعت کر لی۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا: ''اس وقت ہم کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے زیادہ کوئی چیز ضروری معلوم نہیں ہوئی، کیونکہ ہمیں ڈر پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم لوگوں سے جُدا رہیں اور ابھی بیعت نہ ہوئی ہو اور وہ اپنے میں سے کسی شخص کی بیعت کر بیٹھیں۔ تب یہ معاملہ دو صورتوں سے خالی نہ ہوتا، یا تو ہم بھی طوعاً و کرہاً اسی کی بیعت کر لیتے یا لوگوں کی مخالفت کرتے تو آپس میں فساد پیدا ہوتا (اور پھوٹ پڑ جاتی۔ دیکھو، میں پھر کہتا ہوں کہ) جس شخص نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص کی بیعت کی تو اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ بیعت کرنے والا اور بیعت لینے والا دونوں اپنی جان گنوا دیں گے۔'' [بخاري، كتاب المحاربين، باب رجم الحبلى من الزنا إذا أحصنت : ٦٨٣٠]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس بیعت کے سلسلے میں سیدنا عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((وَلِيَنَا أَبُوْ بَكْرٍ فَكَانَ خَيْرَ خَلِيْفَةِ اللّٰهِ، وَ أَرْحَمَهُ بِنَا، وَ أَحْنَاهُ عَلَيْنَا))

[مستدرك حاكم : ٧٩/٣، ح : ٤٤٦٨، و إسناده حسن لذاته۔ معرفة السنن والآثار للبيهقي : ٩٤/١، ح : ٧٤۔ فضائل الصحابة للإمام أحمد ابن حنبل : ٥٣٦/١، ح : ٤٩٩]

''ہمارے خلیفہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بنے جو اللہ کی طرف سے سب سے بہتر خلیفہ تھے اور وہ ہم پر نہایت رحم دل اور نرم خو تھے۔''

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعتِ عام

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا خطبہ سنا، جب آپ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے، یہ واقعہ نبی ﷺ کی وفات کے دوسرے دن کا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ مسنونہ پڑھا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے، وہ کچھ بول نہیں رہے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”مجھے امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ زندہ رہیں گے اور ہمارے کاموں کی تدبیر وانتظام کرتے رہیں گے۔“ عمر رضی اللہ عنہ کا منشا یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان سب لوگوں کے بعد تک زندہ رہیں گے۔ پھر فرمایا: ”اگر آج محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تمھارے سامنے نور (قرآن) کو باقی رکھا ہے، جس کے ذریعے سے تم ہدایت حاصل کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ نے (اپنے نبی) محمد ﷺ کی اسی کے ذریعے سے رہنمائی کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی (جو غار ثور میں) دو میں سے دوسرے (ثانی اثنین) ہیں۔ بلاشبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تمھارے امورِ خلافت کے لیے تمام مسلمانوں میں سب سے بہتر ہیں، تو اٹھو اور ان کی بیعت کرو۔ ایک جماعت (تم سے) پہلے ہی سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کی بیعت کر چکی ہے۔“ پھر عام لوگوں نے منبر پر بیعت کی۔ امام زہری رحمہ اللہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس دن کہہ رہے تھے کہ منبر پر چڑھ آیئے۔ چنانچہ وہ اس بات کا مسلسل اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور سب لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

[بخاري، كتاب الأحكام، باب الاستخلاف : ٧٢١٩]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تاریخی خطبہ خلافت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوگئی تو دوسرے دن ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنِّي قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُوْنِيْ، وَ إِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُوْنِيْ، الصِّدْقُ أَمَانَةٌ، وَالْكَذِبُ خِيَانَةٌ، وَالضَّعِيفُ فِيكُمْ قَوِيٌّ عِنْدِيْ حَتّٰى أُرِيحَ عَلَيْهِ حَقَّهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَالْقَوِيُّ فِيكُمْ ضَعِيفٌ عِنْدِيْ حَتّٰى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، لَا يَدَعُ قَوْمٌ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالذُّلِّ، وَلَا تَشِيْعُ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ، أَطِيْعُوْنِيْ مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَلَا طَاعَةَ لِيْ عَلَيْكُمْ، قُوْمُوْا إِلَى صَلَاتِكُمْ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ)) [سيرة ابن هشام، ص : ٩٠٠، و إسناده حسن لذاته۔ البداية والنهاية لابن كثير : ٣/٦٩٢، ٦٩٣]

”اے لوگو! میں تم پر والی مقرر کیا گیا ہوں، لیکن تم میں سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میرے ساتھ تعاون کرو اور اگر میں کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے، تمھارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک طاقتور شخص ہے جب تک میں دوسروں سے اس کا حق نہ دلوا دوں ان شاء اللہ اور تمھارا قوی شخص بھی میرے نزدیک ضعیف ہے، یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق وصول نہ کر لوں، ان شاء اللہ۔ یاد رکھو! جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اللہ اس قوم کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں

> بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ اللہ تم سب پر رحم فرمائے، نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ (یعنی نماز قائم کرو)۔"

یہ خطبہ اپنے اختصار وایجاز کے باوجود اہم ترین اسلامی خطبوں میں سے ہے۔ اس میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حاکم ورعایا کے مابین تعامل کے سلسلہ میں عدل ورحمت کے قواعد مقرر کیے۔ اس بات پر نصیحت کی کہ ولی الامر کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر موقوف ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی طرف توجہ دلائی، کیونکہ امت کی عزت وشان کے لیے یہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور فواحش سے اجتناب پر زور دیا، کیونکہ معاشرے کو گراوٹ وفساد سے بچانے کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور اپنی میراث کا مطالبہ کیا، رسول اللہ ﷺ کے اس مال میں سے جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

«لَا نُوْرَثُ ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَالِ»

”ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے، البتہ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھاتی رہے گی۔“

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ ! لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِيْ كَانَ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

”اللہ کی قسم! جو صدقہ رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے ہیں میں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا، جس حال میں وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی

طرح رہے گا اور اس میں (یعنی اس کی تقسیم وغیرہ میں) میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا۔“

غرض سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ بھی دینا منظور نہ کیا۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خفا ہوگئیں، ان سے میل جول ختم کر دیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں رات کے وقت دفن کر دیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوگ بہت متوجہ رہے، لیکن ان کی وفات کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب لوگ ان سے اعراض کیے ہوئے ہیں، تو اس وقت انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا اور ان کی بیعت کر لینا بہتر سمجھا۔ اس سے پہلے چھ ماہ تک انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی، پھر انھوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور کہا کہ آپ تنہا میرے پاس تشریف لائیں، اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لائیں، وہ نہیں چاہتے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ آئیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جانا۔“ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: « وَمَا عَسَيْتَهُمْ أَنْ يَّفْعَلُوْا بِيْ؟ وَاللّٰهِ! لَآتِيَنَّهُمْ » ”کیوں، وہ میرے ساتھ کیا کریں گے؟ میں تو اللہ کی قسم! ضرور ان کے پاس جاؤں گا۔“ آخر آپ علی رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا، اس کے بعد فرمایا: ”ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے، سب کا اقرار ہے، جو خیر و امتیاز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ہم نے اس میں کوئی ریس بھی نہیں کی، لیکن آپ نے خلافت کے معاملہ میں ہمارے ساتھ زیادتی کی (کہ ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے)۔“ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلام کیا تو فرمایا:

« وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ وَ أَمَّا الَّذِيْ شَجَرَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَمْوَالِ فَلَمْ آلُ فِيْهَا عَنِ الْخَيْرِ وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيْهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ »

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے اور رہا یہ کہ میرے اور آپ لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے، تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں اور اس سلسلے میں جو راستہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا دیکھا میں نے بھی اسی کو اختیار کیا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں دوپہر کے بعد آپ کی بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے استغفار اور خطبہ مسنونہ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور فرمایا:

« أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِيْ صَنَعَ نَفَاسَةً عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ، وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِيْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ بِهِ وَ لٰكِنَّا نُرٰى لَنَا فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ نَصِيْبًا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِيْ أَنْفُسِنَا »

”جو کچھ انھوں نے (یعنی میں نے) کیا ہے اس کا باعث سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے اس فضل و کمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عنایت فرمایا۔ ہاں، یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملۂ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے (کہ ہم سے مشورہ لیا جاتا) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہنچا۔“

مسلمان اس واقعہ سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے (علی رضی اللہ عنہ سے) کہا کہ آپ نے درست کیا، تو جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں یہ مناسب راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان کے بہت قریب ہو گئے۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر: ٤٢٤٠، ٤٢٤١۔ ابن حبان: ٤٨٢٣۔ مسند الشاميين للطبراني: ٤/ ١٩٨، ح: ٣٠٩٧۔ تاريخ دمشق: ٣٠/ ٢٨٧، ٢٨٨]

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں: ① سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ملال کی وجہ سے بیعت میں دیر کی۔ ② سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہ کسی قسم کا بغض تھا نہ حسد۔ ③ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے معترف تھے۔ ④ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ خلافت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے، انھوں نے اس پر غاصبانہ قبضہ نہیں کیا ہے۔ ⑤ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام قرابتِ رسول اللہ ﷺ کا کتنا احترام کرتے تھے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے خفا نہیں ہوئے، بلکہ ان کی قدر و منزلت کرتے رہے۔ ⑥ معروف کے خلاف کام کرنے کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اچھا نہیں سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ناخوش رہنے لگے۔ ⑦ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کسی قسم کا خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے۔ ⑧ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ملال اور اس کے تذکرے سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، گویا وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ملال کو اپنا ملال سمجھتے تھے۔ ⑨ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود کو خلافت کا حق دار نہیں سمجھتے تھے، اس معاملہ میں انھوں نے نہ کوئی شکایت کی نہ حسد کیا، ان کا ملال صرف خلافت کے معاملے میں عدم مشورہ یا اموال کی تقسیم کی حد تک تھا اور بس۔ ⑩ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سختی کے ساتھ سنت کی پیروی کرتے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس دعویٰ پر کوئی ردّ و قدح نہیں کی، نہ اموال کے خرچ کے سلسلہ میں کوئی اعتراض کیا۔ ⑪ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی تسلیم کر لی اور اپنی تقریر میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔ ⑫ تمام مسلمانوں نے ان

کے عذر کو قبول کر لیا اور پھر بدستور ان سے محبت کرنے لگے۔

کتنے اچھے تھے یہ لوگ جن کے کردار کی ایک جھلک اس واقعہ سے ظاہر ہو رہی ہے، کتنے اچھے ہیں وہ نتائج جو اس واقعہ سے اخذ ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس! دشمنانِ اسلام اسی واقعہ سے وہ چیزیں اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اس میں کہیں بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ سیدنا علی ؓ کو غلط فہمی کی بنا پر جو عارضی ملال تھا وہ دور ہو گیا اور ان کا دل بالکل صاف ہو گیا۔ وہ تو ایک دوسرے کی فضیلت کے معترف تھے لیکن وائے افسوس! دشمنانِ اسلام اب بھی یہی کہے جا رہے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ [نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ]

سیدنا علی ؓ نے سیدنا ابوبکر ؓ کو اپنی بیوی سیدہ فاطمہ ؓ کی وفات کی خبر نہ کی، بعض لوگوں نے اسے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے، حالانکہ یہ کوئی عجیب بات نہ تھی، شادیاں ہو جاتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کو اطلاع نہیں ہوتی تھی۔ ایسا واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک صحابیہ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی وفات کی اطلاع نہیں دی گئی اور رات ہی کو اسے دفن کر دیا گیا۔ چونکہ سیدنا ابوبکر ؓ اکثر مقام ''سنح'' میں، جو مدینہ کے بالائی حصہ میں واقع تھا، رہا کرتے تھے، ہوسکتا ہے کہ سیدنا علی ؓ نے سیدنا ابوبکر ؓ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا ہو اور قریب قریب کے لوگوں کی معیت میں تدفین کا کام سرانجام دے دیا ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدہ فاطمہ ؓ نے پردہ کی وصیت کی تھی، لہٰذا سیدنا علی ؓ نے اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے رات ہی کو دفن کر دیا اور تمام لوگوں کو اطلاع نہ دی۔

الغرض، اس سارے معاملے کے متعلق امام قرطبی ؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص سیدنا ابوبکر اور سیدنا علی ؓ کے درمیان بیعت نہ کرنے کے بارے میں گفتگو اور سیدنا علی ؓ کا اعتذار اور پھر اس کے نتیجے میں بیعت خلافت پر اتفاق والے معاملے پر غور کرے گا تو اسے تسلیم کرنا ہوگا کہ دونوں ہی ایک دوسرے کی فضیلت واحترام کے قائل تھے اور دونوں باہمی محبت وتقدس پر متفق تھے۔ انسانی طبیعت اگرچہ کبھی کبھی خواہشات سے مغلوب ہو جایا کرتی

ہے، لیکن دین پسندی اس کا انکار کرتی ہے۔ (واللہ الموفق) [فتح الباري : ٧/ ٤٩٥]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات کبھی نہیں کہی کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حق دار ہوں، بلکہ کسی نے بھی کسی خاص فرد کے سلسلہ میں یہ نہیں کہا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حق دار ہے۔ آلِ رسول کے ساتھ اختصاصِ خلافت کا وہی شخص قائل ہوسکتا ہے جس میں جاہلیت کے آثار باقی ہوں، خواہ وہ عربی النسل ہو یا فارسی، کیونکہ اہلِ عرب زمانۂ جاہلیت میں سرداروں کی آل ہی کو قیادت کے لیے مقدم کرتے تھے۔ ایسے ہی اہلِ فارس بھی شاہ عجم کی آل ہی کو آگے رکھتے تھے۔ پس آلِ رسول کے بارے میں بھی ایسی باتیں کسی سے منقول ہیں تو اس کا اشارہ اسی طرف ہے۔“ [منهاج السنة : ٣/ ٢٦٩]

علاوہ ازیں ایسے بہت سے اخبار و آثار ہیں جن سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان خوشگوار اور قلبی تعلقات ثابت ہوتے ہیں، جیسا کہ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« صَلّٰی أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْعَصْرَ، ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ، فَرَأَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَحَمَلَهُ عَلٰى عَاتِقِهِ، وَقَالَ بِأَبِيْ، شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ، وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ » [بخاري، كتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ : ٣٥٤٢]

”ایک دفعہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز عصر پڑھانے کے بعد (مسجد سے) باہر نکلے تو دیکھا کہ حسن (رضی اللہ عنہ) بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں، تو انھوں نے حسن (رضی اللہ عنہ) کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور فرمایا: ”میرا باپ (تجھ پر) قربان ہو، تیری شکل و صورت نبی ﷺ سے ملتی ہے، (تیرے باپ) علی (رضی اللہ عنہ) سے نہیں ملتی۔“ اور اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ (پاس کھڑے) ہنس رہے تھے۔“

سیدنا عقبہ بن حارث ؓ بیان کرتے ہیں:

«خَرَجْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَيَالٍ، وَعَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمْشِيْ إِلٰى جَنْبِهِ، فَمَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَلْعَبُ مَعَ غِلْمَانٍ، فَاحْتَمَلَهُ عَلٰى رَقَبَتِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ وَ بِأَبِيْ شَبِيْهُ النَّبِيِّ، لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِيٍّ، قَالَ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ» [مسند أحمد : ۱/ ۸، ح : ٤١، و إسناده حسن لذاته۔ مسند أبي يعلى : ۱/ ٤١، ٤٢، ح : ۳۸۔ تاريخ دمشق : ۱۳/ ۱۷٤، ۱۷٥]

”میں سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے ساتھ نمازِ عصر کے بعد نبی ﷺ کی وفات کے کچھ ہی دن بعد نکلا اور سیدنا علی ؑ سیدنا ابوبکر ؓ کی ایک جانب (دائیں یا بائیں طرف) چل رہے تھے، سیدنا ابوبکر ؓ کا گزر حسن بن علی (ؓ) کے پاس سے ہوا، وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، تو ابوبکر ؓ نے حسن (ؓ) کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور فرمایا: ”میرا باپ (تجھ پر) قربان ہو، تو تو نبی ﷺ کے مشابہ ہے نہ کہ علی (ؓ) کے۔“ راویٔ حدیث کہتا ہے کہ اس وقت سیدنا علی ؓ (یہ سن کر) مسکرا رہے تھے۔“

ان روایات سے معلوم ہوا کہ سیدنا علی ؓ نے سیدنا ابوبکر ؓ کی بیعت نہ کرنے کے باوجود نہ تو آپ ؓ کے پیچھے نماز ترک کی اور نہ مختلف مواقع پر لوگوں کے سامنے ان کے ساتھ ملاقات میں عار محسوس کی اور نہ سیدنا ابوبکر ؓ نے ان کے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے ان سے قطع تعلقی کی، بلکہ ان کے اہلِ خانہ کے ساتھ بڑے حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور ان کے بچوں پر خصوصی شفقت کرتے تھے۔

علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ (علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا:

((أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ؟ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ ، قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ ، وَخَشِيْتُ أَنْ يَقُوْلَ عُثْمَانُ ، قُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ ، قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ)) [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ : " لو كنت متخذا خليلا " : ٣٦٧١]

”رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں؟“ انھوں نے جواب دیا: ”ابو بکر (رضی اللہ عنہ)۔“ میں نے پوچھا: ”پھر کون؟“ انھوں نے جواب دیا: ”پھر عمر (رضی اللہ عنہ)“ اور میں ڈر گیا کہ اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں، اس لیے میں نے کہا: ”پھر آپ ہیں؟“ انھوں نے کہا: ”میں تو صرف مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

((يَا أَبَا جُحَيْفَةَ! أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ قَالَ قُلْتُ بَلٰى ، قَالَ وَلَمْ أَكُنْ أَرٰى أَنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْهُ ، قَالَ أَفْضَلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ ، وَبَعْدَ أَبِيْ بَكْرٍ ، عُمَرُ ، وَبَعْدَهُمَا

آخَرُ ثَالِثٌ وَلَمْ يُسَمِّهِ ﴾ [مسند أحمد : ١٠٦/١ ، ح : ٨٣٨ ، و إسناده حسن لذاته]

''اے ابوجحیفہ ! کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ اس امت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے؟'' سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' اور فرماتے ہیں: ''میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد علی رضی اللہ عنہ سے افضل اس امت میں کوئی بھی نہیں ہے۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس امت میں صاحب امت ﷺ کے بعد سب سے افضل ہستی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہے اور ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان دونوں کے بعد تیسرا ہے۔'' اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا نام نہیں لیا۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا جو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ اس وقت ان کی میت چارپائی پر رکھی ہوئی تھی، اتنے میں ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آ کر میرے شانوں پر اپنی کہنیاں رکھ دیں اور (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر) کہنے لگے:

﴿ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ! إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِأَنِّيْ كَثِيْرًا مِمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُنْتُ ، وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ وَ فَعَلْتُ ، وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ وَانْطَلَقْتُ ، وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا ﴾

''اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن کرائے گا، کیونکہ میں اکثر رسول اللہ ﷺ سے سنا کرتا تھا: ''میں اور ابوبکر و عمر تھے'' ''میں نے اور ابوبکر و عمر

نے یہ کام کیا‘‘ ’’میں اور ابوبکر و عمر گئے۔‘‘ اس لیے مجھے یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو انھی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔‘‘

میں نے جو پلٹ کر دیکھا تو وہ سیدنا علی بن ابو طالب ؓ تھے۔ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: ”لو كنت متخذا خليلا“ : ٣٦٧٧]

اسی طرح سیدنا علی ؓ نے سیدنا ابوبکر ؓ سے بعض احادیث بھی روایت کی ہیں، چنانچہ اسماء بن حکم الفزاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی ؓ کو فرماتے ہوئے سنا:

« كُنْتُ إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَدِيْثًا نَفَعَنِي اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِمَا شَاءَ أَنْ يَّنْفَعَنِيْ مِنْهُ، وَ إِذَا حَدَّثَنِيْ غَيْرُهُ اسْتَحْلَفْتُهُ، فَإِذَا حَلَفَ لِيْ صَدَّقْتُهُ، فَحَدَّثَنِيْ أَبُوْبَكْرٍ، وَ صَدَقَ أَبُوْبَكْرٍ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى لِذٰلِكَ الذَّنْبِ، إِلَّا غَفَرَ لَهُ »

’’جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی علم براہِ راست (یعنی خود) سنتا تو اللہ تعالیٰ اس سے مجھے جتنا چاہتا فائدہ دیتا اور جب کوئی دوسرا (رسول اللہ ﷺ کی بات) مجھے بتاتا تو میں اس سے قسم لیتا تھا، اگر وہ قسم کھا لیتا تو میں اسے صحیح مان لیتا تھا، تو ایک دفعہ سیدنا ابوبکر ؓ نے ایک حدیث بیان کی اور یقیناً ابوبکر ؓ نے سچ فرمایا (لہٰذا مجھے ان سے قسم لینے کی ضرورت نہیں)، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسلمان بندہ اگر کوئی گناہ کرتا ہے، پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور اللہ سے اس گناہ کی بخشش طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے معاف فرما دیتا ہے۔‘‘

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دو آیات تلاوت فرمائیں:

﴿ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾

[النساء : ۱۱۰]

’’اور جو بھی کوئی برا کام کرے، یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔‘‘

اور دوسری یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵]

’’اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟‘‘ [مسند أحمد : ۱/ ۸، ۹، ح : ۴۸، و إسناده صحيح۔ مسند الحميدي : ۱، و إسناده صحيح]

میراثِ نبوی ﷺ اور
سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معاملہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ دونوں (رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی فدک والی زمین اور خیبر کا حصہ طلب کر رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«لَا نُوْرَثُ ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ»

[بخاري، كتاب الفرائض، باب قول النبي ﷺ: "لا نورث، ما تركنا صدقة" : ٦٧٢٥، ٦٧٢٦]

"ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے، لیکن آلِ محمد (ﷺ) اسی مال میں سے اپنا خرچ پورا کرے گی۔"

دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ ، فَإِنِّيْ أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ»

[بخاري، كتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس : ٣٠٩٣۔ مسلم : ١٧٥٩/٥٤]

”میں ایسا کوئی کام نہیں چھوڑ سکتا جو آپ ﷺ کرتے تھے، میں وہ کام (ضرور) کروں گا، کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے کسی کام کو چھوڑ دیا تو کہیں گمراہ نہ ہو جاؤں۔“

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں:

« إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، حِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ، أَرَدْنَ أَنْ يَّبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ فَيَسْأَلْنَهُ مِيْرَاثَهُنَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَهُنَّ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ ، مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ ؟ » [مسلم، كتاب الجهاد، باب قول النبي ﷺ : ”لا نورث ما تركنا فهو صدقة“ : ١٧٥٨ـ بخاري : ٦٧٣٠]

”جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو نبی ﷺ کی بیویوں نے ارادہ کیا کہ سیدنا عثمان بن عفان ؓ کو سیدنا ابوبکر ؓ کے پاس نبی ﷺ کے ترکہ میں سے اپنا حصہ مانگنے کے لیے بھیجیں۔ تو سیدہ عائشہ ؓ نے ان سے فرمایا: ”کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے؟“

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا ، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَ مُؤْنَةِ عَامِلِيْ ، فَهُوَ صَدَقَةٌ » [مسلم، كتاب الجهاد، باب قول النبي ﷺ : ” لا نورث ما تركنا فهو صدقة“ : ١٧٦٠ـ بخاري : ٦٧٢٩]

”میرا ورثہ دینار کی شکل میں تقسیم نہیں ہوگا، میں نے اپنی بیویوں کے خرچ اور اپنے عاملوں کی اجرت کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے وہ سب صدقہ ہے۔“

میراثِ نبوی ﷺ کی تقسیم کے متعلق سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو جواب دیا وہ انھی فرامینِ نبوی کی پیروی اور بجا آوری میں دیا۔ اسی لیے آپ یہ حوالہ دیتے رہے کہ میں ایسی کوئی بات چھوڑ نہیں سکتا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے، میں بھی وہی کروں گا، اور آپ رضی اللہ عنہ کہتے کہ واللہ! میں ایسی کوئی بات نہیں ہونے دوں گا جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کی ہو، بلکہ جو کام میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہوگا وہ میں بھی کروں گا۔

چنانچہ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیثِ نبوی سے دلیل دی اور اسے واضح کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس سلسلے میں حجت و مطالبہ چھوڑ دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حق اور فرمان نبوی ﷺ کے لیے سرِ تسلیم خم کر دینے والی خاتون تھیں۔ ثقہ محدث امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میراثِ نبوی کے متعلق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جھگڑنا کوئی معیوب بات نہیں ہے، کیونکہ انھیں اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کے فرمان کا علم نہیں تھا۔ وہ یہی خیال کرتی تھیں کہ جس طرح دیگر لوگ اپنے آباء کی جائداد کے وارث ہوتے ہیں، میں بھی اسی طرح اپنے والد کی جائداد کی وارث ہوں، لیکن جب انھیں حدیثِ رسول ﷺ سنائی گئی تو وہ اپنے مطالبے سے رک گئیں۔'' [تأویل مختلف الحدیث : ۱/۹]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کا کسی کو وارث نہ بنانا صحیح و قطعی سنت اور اجماعِ صحابہ سے ثابت ہے اور یہ دونوں قطعی دلیل ہیں۔ لہٰذا اپنے ظن پر مبنی عمومی مفہوم سے انھیں ٹکرانا اور دونوں میں تعارض پیدا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر عمومی مفہوم کو درست مان لیا جائے تو اس میں تخصیص سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، بہر حال یہ دلیل ظنی ہو گی جو قطعی دلیل کے معارض نہیں ہوسکتی، کیونکہ ظنی دلیل قطعی دلیل کی معارض نہیں ہوتی۔

اسی طرح ہماری دلیل کے قطعی ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ''ہم انبیاء کا کوئی وارث

نہیں ہوتا‘‘ والی روایت کو مختلف اوقات اور مختلف مجالس میں کئی صحابہ نے روایت کیا ہے اور کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اسے قبول کیا اور سچ جانا، یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے کسی نے میراث نبوی کے مطالبے پر اصرار نہیں کیا، نہ ہی آپ ﷺ کے چچا (عباس رضی اللہ عنہ) نے اس مطالبے پر اصرار کیا، بلکہ اگر کسی نے مطالبہ کیا اور اسے نبی کریم ﷺ کا فرمان سنایا گیا تو وہ اپنے مطالبے سے فوراً باز آ گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک تمام خلفائے راشدین کے عہد میں یہی حالت برقرار رہی، کسی نے نہ کوئی تبدیلی کی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کا ترکہ تقسیم کیا۔‘‘ [منهاج السنة : ٤/ ٢٢٠]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ’’عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منصبِ خلافت سنبھالا اور فدک وغیرہ کی زمینیں آپ کی حکومت کی زیرِ نگرانی آ گئیں، لیکن آپ نے اس میں سے کچھ بھی نہ اولاد فاطمہ کو دیا، نہ ازواج مطہرات کو اور نہ ہی عباس رضی اللہ عنہ کی آل اولاد کو۔ پس اگر گزشتہ تینوں خلفاء کے دور میں یہ چیز ظلم تھی اور اب سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسے ختم کرنے کی طاقت رکھتے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج سے لڑنے کے بالمقابل یہ کام آسان اور مقدم تھا کہ گزشتہ تین ادوار سے چلے آ رہے ظلم کا خاتمہ کر دیں۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج سے جنگ تو کریں کہ فتنہ و فساد نہ پھیلے اور ’’حق بحق دار رسید‘‘ (جس کا حق تھا اسے مل گیا) کے تحت نبی کریم ﷺ کے محروم ورثاء کو ان کا تھوڑا سا مال نہ دلائیں؟ جب کہ یہ بہت معمولی بات تھی۔‘‘ [منهاج السنة : ٦/ ٣٤٧]

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معاشی حالت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو فرمایا:

« لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِيْ أَنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُوْنَةِ أَهْلِيْ ، وَ شُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ ، فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِيْ بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ، وَ يَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ » [بخاري، كتاب البيوع، باب كسب الرجل و عمله بيده : ۲۰۷۰]

”میری قوم جانتی ہے کہ میرا (تجارتی) کاروبار میرے گھر والوں کی گزران کے لیے کافی رہا ہے، لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں (یعنی خلافت کا بارگراں میرے کندھوں پر ہے) اس لیے آل ابوبکر اب بیت المال میں سے کھائے گی اور ابوبکر مسلمانوں کے لیے بیت المال کا مال تجارت میں لگا کر بڑھاتا رہے گا۔“

نصاب زکوٰۃ کے بارے میں

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مفصل روایت

اونٹوں کی زکوٰۃ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب انھیں بحرین (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو زکوٰۃ کی وصولی کے سلسلہ میں انھیں ایک کتاب لکھ کر دی (جس کا مضمون یہ تھا):

« بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، هٰذِهِ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهُ ، فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا ، وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ ، فِيْ كُلِّ أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ ، مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ إِلٰى خَمْسٍ وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثٰى ، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ إِلٰى خَمْسٍ وَّأَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ أُنْثٰى ، فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّأَرْبَعِيْنَ إِلٰى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّيْنَ إِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ

فَفِيهَا جَذَعَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِيْ سِتًّا وَّسَبْعِيْنَ إِلٰى تِسْعِيْنَ فَفِيهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ ، فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدٰى وَتِسْعِيْنَ إِلٰى عِشْرِيْنَ وَ مِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ ، فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَ مِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ ، وَ فِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا ، فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِّنَ الْإِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ» [بخاري ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم : ١٤٥٤]

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ زکوٰۃ کے فرائض ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیے ہیں اور یہ وہ فرائض ہیں جن کا حکم اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو دیا تھا۔ مسلمانوں میں سے جس شخص سے اس تحریر کے مطابق زکوٰۃ مانگی جائے وہ زکوٰۃ دے دے اور جس شخص سے اس سے زیادہ مانگی جائے وہ (زیادہ) نہ دے۔ چوبیس (۲۴) یا اس سے کم اونٹوں میں سے ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری دینا فرض ہے۔ جب اونٹ پچیس (۲۵) ہو جائیں تو پینتیس (۳۵) تک ایک ایسی اونٹنی زکوٰۃ میں لی جائے گی جو دوسرے سال میں لگ چکی ہو۔ جب اونٹ چھتیس (۳۶) ہو جائیں تو پینتالیس (۴۵) تک ایک ایسی اونٹنی زکوٰۃ میں لی جائے گی جو تیسرے سال میں لگ چکی ہو۔ جب اونٹ چھیالیس (۴۶) ہو جائیں تو ساٹھ (۶۰) تک ایک ایسی اونٹنی لی جائے گی جو چوتھے سال میں لگ چکی ہو اور وہ جفتی کے قابل ہو اور جب اونٹ اکسٹھ (۶۱) ہو جائیں تو پچھتر (۷۵) تک ایک ایسی اونٹنی زکوٰۃ میں لی جائے گی جو پانچویں سال میں لگ چکی ہو۔ پھر چھہتر (۷۶) سے نوے (۹۰) تک ایسی دو اونٹنیاں لی جائیں گی جو تیسرے سال میں لگ چکی ہوں۔ پھر اکیانوے (۹۱) سے ایک سو بیس (۱۲۰)

تک ایسی دو اونٹنیاں لی جائیں گی جو چوتھے سال میں لگ چکی ہوں اور جفتی کے قابل ہوں۔ جب اونٹ ایک سو بیس (۱۲۰) سے زیادہ ہو جائیں تو (جتنے زیادہ ہوں ان میں سے) ہر چالیس (۴۰) اونٹوں پر ایک ایسی اونٹنی ادا کرنا فرض ہے جو تیسرے سال میں لگ چکی ہو اور ہر پچاس (۵۰) اونٹوں پر ایک ایسی اونٹنی ادا کی جائے گی جو چوتھے سال میں لگ چکی ہو۔ جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان میں زکوٰۃ فرض نہیں ہو گی، اگر مالک (اپنی مرضی سے کچھ) دینا چاہے تو دے دے، البتہ جب اونٹ پانچ ہوں تو پھر اُن میں ایک بکری فرض ہے۔‘‘

بکریوں کی زکوٰۃ

بکریوں کی زکوٰۃ کے بارے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا تحریر میں ہے:

((وَفِيْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِيْ سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ إِلٰى عِشْرِيْنَ وَّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَ مِائَةٍ إِلٰى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ، فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ إِلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثٌ، فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ، فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِّنْ أَرْبَعِيْنَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا))

[بخاري، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم : ١٤٥٤]

’’بکریوں کی زکوٰۃ یہ ہے کہ جب چرنے والی بکریوں کی تعداد چالیس (۴۰) ہو جائے تو ایک سو بیس (۱۲۰) تک ایک بکری فرض ہے۔ ایک سو اکیس (۱۲۱) سے دو سو (۲۰۰) تک دو بکریاں فرض ہیں اور دو سو ایک (۲۰۱) سے تین سو (۳۰۰) تک تین بکریاں فرض ہیں۔ جب تین سو (۳۰۰) سے زیادہ ہو جائیں تو (جتنی زیادہ ہوں ان میں سے) ہر سو میں ایک بکری فرض ہے۔ اگر بکریوں کی تعداد چالیس (۴۰) سے ایک بھی کم ہو تو ان میں کوئی زکوٰۃ نہیں، اگر مالک (اپنی مرضی

سے صدقہ) دینا چاہے تو دے دے۔"

چاندی کی زکوۃ

چاندی کی زکوۃ کے بارے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« وَفِي الرِّقَةِ رُبُعُ الْعُشْرِ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِيْنَ وَ مِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا » [بخاري، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم : ١٤٥٤]

"چاندی میں چالیسواں حصہ زکوۃ میں دینا فرض ہے، لیکن اگر کسی کے پاس صرف ایک سو نوے (١٩٠) درہم ہوں (دو سو درہم یا دو سو سے زیادہ نہ ہوں) تو ان میں کوئی زکوۃ نہیں، اگر مالک (اپنی مرضی سے کچھ) دینا چاہے تو دے دے۔"

زکوۃ میں ایک برس کی اونٹنی دینا ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے فرض زکوۃ کی فرضیت سے متعلق ایک تحریر لکھی، جس کا اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا تھا:

« مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ، أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا، أَوْ شَاتَيْنِ، وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَيُعْطِيْ شَاتَيْنِ، أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيْهِ

الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا ، أَوْ شَاتَيْنِ ، وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِيْ مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا ، أَوْ شَاتَيْنِ » [بخاري، كتاب الزكاة، باب من بلغت عنده صدقة...... الخ : ١٤٥٣]

’’اگر کسی پر ایسی اونٹنی زکوۃ میں دینا فرض ہے جو پانچویں سال میں لگ چکی ہو اور اس کے پاس ایسی اونٹنی نہ ہو، بلکہ اس کے پاس ایسی اونٹنی ہو جو چوتھے سال میں لگ چکی ہو تو اس سے وہی لے لی جائے گی اور اس کے ساتھ دو بکریاں بھی اگر میسر ہوں، ورنہ بیس (۲۰) درہم لے لیے جائیں گے اور جس شخص پر ایسی اونٹنی فرض ہو جو چوتھے سال میں لگ چکی ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو، بلکہ اس کے پاس ایسی اونٹنی ہو جو پانچویں سال میں لگ چکی ہو تو اس سے وہی لے لی جائے گی اور زکوۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں (اپنے پاس سے) دے دے گا اور جس شخص پر ایسی اونٹنی فرض ہو جو چوتھے سال میں لگ چکی ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو، بلکہ اس کے پاس ایسی اونٹنی ہو جو تیسرے سال میں لگ چکی ہو تو اس سے وہی لے لی جائے گی اور اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم اور لیے جائیں گے اور جس پر ایسی اونٹنی فرض ہو جو تیسرے سال میں لگ چکی ہو اور اس کے پاس ایسی اونٹنی ہو جو چوتھے سال میں لگ چکی ہو تو اس سے وہی لے لی جائے گی اور عامل اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے گا۔ اسی طرح اگر کسی پر تیسرے سال والی اونٹنی فرض ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو اور اس کے پاس ایسی اونٹنی ہو جو دوسرے سال میں لگ چکی ہو تو اس سے وہی لے لی جائے گی اور اس کے ساتھ اسے بیس درہم یا دو بکریاں اور دینا ہوں گی۔‘‘

جُدا جُدا مال اکٹھے نہ کیے جائیں اور جو اکٹھے ہوں وہ جُدا جُدا نہ کیے جائیں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انھیں وہی چیز لکھ کر دی جسے

رسول اللہ ﷺ نے فرض قرار دیا تھا:

«وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ»

[بخاري، كتاب الزكاة، باب لا يجمع بين مفترق و لا يفرق …… الخ : ١٤٥٠]

”یہ کہ زکوٰۃ (میں اضافے) کے خوف سے جدا جدا مال کو یک جا اور یک جا مال کو جدا جدا نہ کیا جائے۔“

دو حصے دار زکوٰۃ کا خرچہ حساب سے برابر برابر ایک دوسرے سے مجرا کر لیں

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر ؓ نے انھیں فرض زکوٰۃ میں وہی بات لکھ کر دی جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائی تھی۔ اس میں یہ بھی لکھوایا تھا کہ جب دو شریک ہوں تو وہ (زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد) اپنا حساب برابر کر لیں۔ [بخاري، كتاب الزكاة، باب ما كان من خليطين فإنهما …… الخ : ١٤٥١]

زکوٰۃ میں بوڑھا یا عیب دار یا نر جانور نہیں لیا جائے گا

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر ؓ نے انھیں رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ احکامِ زکوٰۃ کے مطابق لکھا کہ زکوٰۃ میں بوڑھے، عیب دار اور نر جانور نہ لیے جائیں، البتہ اگر صدقہ وصول کرنے والا مناسب سمجھے تو لے سکتا ہے۔ [بخاري، كتاب الزكاة، باب لا تؤخذ في الصدقة هرمة …… الخ : ١٤٥٥]

مثلاً زکوٰۃ کے سب جانور مادہ ہوں اور نر جانور کی ضرورت ہو تو زکوٰۃ لینے والا نر جانور لے سکتا ہے، یا کسی عمدہ نسل کے اونٹ یا گائے یا بکری کی ضرورت ہو اور گو کہ اس میں عیب ہو مگر اس کی نسل لینے میں آئندہ فائدہ ہو تو اسے لے سکتا ہے۔

زکوٰۃ کا مضمون جہاں ختم ہوا وہاں سیدنا ابوبکر ؓ نے مہر لگا دی

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا ابوبکر ؓ خلیفہ بنے تو انھوں نے مجھے

بحرین (کا عامل بنا کر وہاں) بھیجا اور مجھے ایک پروانہ لکھ کر دیا اور اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کی مہر لگائی۔ مہر مبارک پر تین سطریں کندہ تھیں، ایک سطر میں لفظ ''محمد'' دوسری میں لفظ ''رسول'' اور تیسری میں لفظ ''اللہ'' کندہ تھا۔ [بخاري، كتاب فرض الخمس، باب ما ذكر من درع النبي صلى الله عليه وسلم ...... الخ : ٣١٠٦]

خلافتِ عثمانی میں مہر نبوی گم ہو گئی

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهِ ، وَ فِيْ يَدِ أَبِيْ بَكْرٍ بَعْدَهُ ، وَ فِيْ يَدِ عُمَرَ بَعْدَ أَبِيْ بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ ، جَلَسَ عَلٰى بِئْرِ أَرِيْسَ قَالَ فَأَخْرَجَ الْخَاتَمَ فَجَعَلَ يَعْبَثُ بِهِ فَسَقَطَ ، قَالَ فَاخْتَلَفْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مَعَ عُثْمَانَ ، فَنَنْزَحُ الْبِئْرَ فَلَمْ نَجِدْهُ » [بخاري، كتاب اللباس، باب هل يجعل نقش الخاتم......؟ : ٥٨٧٩]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی (وفات تک) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رہی، آپ کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، پھر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو ایک مرتبہ وہ ''اریس'' کے کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس دوران انھوں نے انگوٹھی (ہاتھ کی انگلی سے) نکالی اور اسے الٹنے پلٹنے لگے کہ اتنے میں وہ انگوٹھی (کنویں میں) گر گئی۔ پھر ہم تین دن تک عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسے ڈھونڈتے رہے، اس دوران ہم نے کنویں کا سارا پانی بھی نکال ڈالا، لیکن وہ انگوٹھی نہیں ملی۔''

بحیثیتِ خلیفۂ رسول

اصلاحِ معاشرہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کردار

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے درمیان بحیثیتِ خلیفۂ رسول کے زندگی گزاری، تو لوگوں کی تعلیم اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے، آپ کا یہ اندازِ زندگی عام آدمی پر ہدایت و ایمان اور اخلاق کے اعلیٰ نقوش چھوڑتا۔ آپ نے ہمارے لیے تواضع کی زندہ مثالیں چھوڑی ہیں۔ اسی تواضع نے آپ رضی اللہ عنہ کو عام مسلمانوں، حجاج کرام، حاجت مندوں اور کمزوروں کی خدمت و زیارت پر ابھارا۔

خلیفۂ رسول اور سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

«اِنْطَلِقْ بِنَا إِلٰى أُمِّ أَيْمَنَ نَزُوْرُهَا، كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا مَا يُبْكِيْكِ؟ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ مَا أَبْكِيْ أَنْ لَّا أَكُوْنَ أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ أَبْكِيْ أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ

السَّمَاءِ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا » [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أم أيمن رضي الله عنها : ٢٤٥٤]

”آؤ ام ایمن (رضی اللہ عنہا) کی زیارت کے لیے چلیں، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔“ جب یہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، انھوں نے پوچھا: ”آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اللہ کے پاس جو ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (اس دار فانی سے کہیں) بہتر ہے۔“ تو فرمانے لگیں: ”میں اس لیے نہیں روتی کہ مجھے علم نہیں ہے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہتر ہے، میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی آنا بند ہوگئی ہے۔“ ان کی اس بات سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی رونا آگیا اور وہ بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔“

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک گستاخِ رسول کی سزا

سیدنا ابوبرزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کسی کام کے حوالے سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ وہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی پر ناراض ہوئے اور شدید ناراض ہوئے، جب میں نے یہ دیکھا تو کہا: ”اے رسول اللہ کے خلیفہ! کیا میں اس کی گردن اڑا دوں؟“ جب میں نے قتل کا ذکر کیا تو انھوں نے اس بات سے ہمیں کسی دوسری بات کی جانب متوجہ کر دیا، جب ہم (مجلس سے) الگ ہوئے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (مجھے بلانے کے لیے) میری طرف ایک آدمی بھیجا۔ (میں آیا) تو انھوں نے کہا: « يَا أَبَا بَرْزَةَ! مَا قُلْتَ » ”اے ابوبرزہ! تو نے کیا کہا تھا؟“ میں نے کہا: ”میں نے جو بات کی تھی بھول گیا ہوں۔“ پھر میں نے کہا: ”مجھے وہ بات یاد دلا دیجیے۔“ انھوں نے کہا: « أَمَا تَذْكُرُ مَا قُلْتَ ؟ » ”کیا تجھے یاد نہیں کہ تو نے کیا کہا تھا؟“ میں نے کہا: ”نہیں، اللہ کی قسم!“ پھر انھوں نے کہا:

« أَرَأَيْتَ حِينَ رَأَيْتَنِي غَضِبْتُ عَلَى الرَّجُلِ فَقُلْتَ أَضْرِبُ عُنُقَهُ

يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ !؟ أَمَا تَذْكُرُ ذَاكَ؟ أَوَ كُنْتَ فَاعِلاً ذَاكَ ؟ »

''کیا تو نے یہ بات نہیں کہی تھی، جب تو نے مجھے دیکھا کہ میں ایک آدمی پر شدید غضب ناک ہوں کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ! میں اس کی گردن اڑا دوں؟ کیا تجھے یہ بات یاد نہیں؟ کیا واقعتاً تو یہ کام کرنے والا تھا؟''

میں نے کہا: ''ہاں، اللہ کی قسم! (میں واقعی اس کی گردن اتار دیتا) اب بھی اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں اس کی گردن اتار دوں گا۔'' تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

« وَيْحَكَ ، أَوْ وَيْلَكَ ، إِنَّ تِلْكَ وَاللّٰهِ! مَا هِيَ لِأَحَدٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [مسند أحمد : ١/١٠، ح : ٦٢، و إسناده صحيح۔ أبوداوٗد : ٤٣٦٣، و إسناده حسن]

''تیرے لیے بربادی ہو، اللہ کی قسم! یہ رتبہ (کہ اس کے گستاخ کا سر قلم کیا جائے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نہیں۔''

جاہلیت کی رسمیں مٹا دینے والے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جاہلیت کے کاموں کو اختیار کرنے اور دین میں بدعت ایجاد کرنے سے لوگوں کو روکتے اور انھیں اسلامی احکام اور تمسک بالسنہ کی دعوت دیتے۔ قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« دَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ أَحْمَسَ ، يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ بِنْتُ الْمُهَاجِرِ ، فَرَآهَا لَا تَكَلَّمُ ، فَقَالَ مَا لَهَا لَا تَكَلَّمُ ؟ قَالُوْا حَجَّتْ مُصْمِتَةً ، قَالَ لَهَا تَكَلَّمِي ، فَإِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ ، هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ ، فَتَكَلَّمَتْ ، فَقَالَتْ مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ امْرُؤٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ؟ قَالَتْ أَيُّ الْمُهَاجِرِيْنَ؟ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ ، قَالَتْ مِنْ

أَيِّ قُرَيْشٍ أَنْتَ؟ قَالَ إِنَّكِ لَسَؤُوْلٌ، أَنَا أَبُوْ بَكْرٍ، قَالَتْ مَا بَقَاؤُنَا عَلٰى هٰذَا الْأَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِيْ جَاءَ اللّٰهُ بِهِ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ ؟ قَالَ بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ أَئِمَّتُكُمْ، قَالَتْ وَمَا الْأَئِمَّةُ؟ قَالَ أَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُؤُوْسٌ وَ أَشْرَافٌ، يَأْمُرُوْنَهُمْ فَيُطِيْعُوْنَهُمْ؟ قَالَتْ بَلٰى، قَالَ فَهُمْ أُولٰئِكَ عَلَى النَّاسِ ﴾ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلية : ٣٨٣٤]

’’سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ قبیلہ احمس کی ایک عورت سے ملے، جس کا نام زینب بنت مہاجر تھا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ (کسی سے بھی) کوئی بات نہیں کر رہی۔ آپ نے پوچھا: ’’کیا بات ہے کہ یہ بات کیوں نہیں کرتی؟‘‘ لوگوں نے بتایا کہ اس نے مکمل خاموشی کے ساتھ حج کرنے کی منت مانی ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ’’بات کرو (یعنی خاموش رہنے کی نذر توڑ دو)، اس طرح بات نہ کرنا تو جاہلیت کی رسم ہے۔‘‘ چنانچہ اس نے بات کی اور پوچھا: ’’آپ کون ہیں؟‘‘ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’میں مہاجرین کا ایک آدمی ہوں۔‘‘ اس نے پوچھا: ’’مہاجرین کے کس قبیلے سے ہیں؟‘‘ آپ نے فرمایا: ’’قریش سے۔‘‘ اس نے پوچھا: ’’قریش کے کس خاندان سے ہیں؟‘‘ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا: ’’تم بہت سوال پوچھنے والی عورت ہو، میں ابوبکر ہوں۔‘‘ اس نے کہا: ’’(اے خلیفۂ رسول!) جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دینِ حق عطا کیا ہے اس پر ہم (مسلمان) کب تک قائم رہ سکیں گے؟‘‘ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’اس پر تمھارا قائم رہنا اس وقت تک ہے جب تک تمھارے امام (یعنی حاکم) سیدھے رہیں گے۔‘‘ اس خاتون نے پوچھا: ’’ائمہ سے کیا مراد ہے؟‘‘ آپ نے فرمایا: ’’کیا تمھاری قوم میں سردار اور اشراف نہیں ہیں

جو لوگوں کو (نیکی کا) حکم دیتے ہیں تو وہ ان کی اطاعت کرتے ہیں؟'' اس نے کہا: ''کیوں نہیں، ضرور ہیں۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''وہی لوگ لوگوں کے ائمہ (یعنی حکمران) ہیں۔''

خاموش رہنا جاہلیت کی عبادتوں میں سے ایک عبادت تھی، لوگ جاہلیت میں ایک دن رات کا اعتکاف کرتے اور اس میں خاموش رہتے تھے۔ اسلام میں اس سے منع کر دیا گیا ہے اور اچھی گفتگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایسی بات اسی وقت کر سکتے ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سنا ہو اور ایسی صورت میں یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث خاموشی کی فضیلت میں وارد شدہ احادیث کے خلاف نہیں، کیونکہ دونوں باتوں کا مفہوم الگ الگ ہے۔ جس خاموشی کی طرف رغبت دلائی گئی ہے وہ باطل کلام کا ترک کرنا ہے اور اسی طرح اس مباح کلام کو ترک کرنا بھی ہے جو باطل کی طرف لے جائے اور جس خاموشی سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حق بات کو استطاعت کے باوجود نہ کہا جائے اور اسی طرح وہ مباح کلام جس کے دونوں پہلو برابر ہوں۔ واللہ اعلم'' [فتح الباري : ٧/ ١٥١]

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اہتمام

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بحیثیتِ خلیفۂ رسول بھلائی کا حکم دیتے، برائی سے روکتے اور لوگوں کو جو چیز سمجھ میں نہ آتی اس کی وضاحت فرماتے۔ چنانچہ سیدنا قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! إِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْآيَةَ : ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدة : ١٠٥] وَ إِنَّكُمْ تَضَعُوْنَهَا عَلٰى غَيْرِ

مَوْضِعِهَا ، وَ إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ ، وَلَا يُغَيِّرُوْهُ ، أَوْشَكَ اللّٰهُ أَنْ يَّعُمَّهُمْ بِعِقَابِهِ قَالَ وَسَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ ، يَقُوْلُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ مُجَانِبٌ لِلْإِيْمَانِ» [مسند أحمد : ١/ ٥، ح : ١٧، و إسناده صحيح۔ أبو داوٗد : ٤٣٣٨۔ ترمذي : ٢١٦٨]

’’اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ (اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے، اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے) اور تم اس سے غلط استدلال کرتے ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ’’بے شک لوگ جب کسی برائی کو دیکھیں اور اس برائی کو ختم نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے۔‘‘ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرما رہے تھے: ’’اے لوگو! جھوٹ سے بچو، بے شک جھوٹ ایمان کو تباہ کر دینے والا ہے۔‘‘

حدیث میں موجود آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر تم جن چیزوں کے مکلّف قرار دیے گئے ہو بجا لاؤ تو دوسرے کی تقصیر و کوتاہی سے تم کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ [الأنعام : ١٦٤]

’’اور نہ کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ اٹھائے گی۔‘‘

اور جب بات ایسی ہے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان امور میں سے ہے جن کا

ہمیں مکلّف بنایا گیا ہے، جب انسان نے یہ ذمہ داری ادا کی اور مخاطب نے اس کی بات نہ مانی تو اس پر اس کا وبال نہیں ہوگا، بلکہ اس برائی کا وبال کرنے والے ہی پر ہوگا، کیونکہ اس نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی۔

اگر سورج نکل بھی آتا تو ہمیں غافلوں میں سے نہ پاتا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«صَلَّى بِنَا أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فَقَرَأَ بِسُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ فَقَالُوْا قَدْ كَادَتِ الشَّمْسُ تَطْلُعُ، فَقَالَ لَوْ طَلَعَتْ لَمْ تَجِدْنَا غَافِلِيْنَ» [شرح معاني الآثار: ۱/۲۳٤، ح: ۱۰۵٦]

”ہمیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی تو اس میں انھوں نے سورۂ آل عمران پڑھی۔ (جب نماز پڑھا چکے تو) لوگوں نے کہا: ”قریب تھا کہ سورج نکل آتا۔“ تو انھوں نے کہا: ”اگر سورج نکل بھی آتا تو وہ ہمیں غافلوں میں سے نہ پاتا (یعنی وہ ہمیں اللہ کے ذکر میں مشغول ہی پاتا)۔“

مسنون نماز کی عملی تربیت کرتے ہوئے

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز اور اس کے مسنون اعمال کا انتہائی اہتمام کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ حسن عبادت کے حریص تھے، یہی نمونہ انھوں نے آنے والے لوگوں کے لیے بھی چھوڑا۔ چنانچہ محمد بن اسماعیل السلمی فرماتے ہیں: ”میں نے ابونعمان محمد بن فضل کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ”میں نے حماد بن زید کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

’’میں نے ایوب سختیانی کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا۔‘‘ میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: ’’میں نے عطاء بن ابی رباح کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: ’’میں نے عبد اللہ بن زبیر ؓ کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: ’’میں نے سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا، (میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا) تو ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا:

« صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَ إِذَا رَكَعَ وَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ »

[السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب رفع اليدين عند الركوع و عند رفع الرأس منه : ٢/٧٣، ح : ٢٥١٩]

’’میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔‘‘

امام بیہقی ؒ نے اس حدیث کے تمام راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر ؒ نے ’’التلخيص الحبير (٢١٩/١)‘‘ میں ان کی موافقت فرمائی ہے۔

اخلاقِ حسنہ اور عاداتِ سیئہ کے حوالے سے ترغیب و ترہیب

آپ ؓ خطبۂ جمعہ کے ذریعے سے لوگوں کو سچائی، حیا اور آخرت کی تیاری کی ترغیب دیتے اور فخر و غرور اور تکبر سے منع کرتے۔ اوسط بن اسماعیل البجلی ؒ بیان کرتے ہیں کہ

(رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ایک سال بعد) ابوبکر ؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا:

« خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْأَوَّلِ، ثُمَّ بَكٰى أَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، فَإِنَّ النَّاسَ لَمْ يُعْطَوْا فِي الدُّنْيَا بَعْدَ الْيَقِيْنِ شَيْئًا أَفْضَلَ مِنَ الْمُعَافَاةِ، أَلَا وَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ، وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُوْرِ، وَهُمَا فِي النَّارِ، وَلَا تَقَاطَعُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ » [مسند أبي يعلى : ١/ ١١٢، ح : ١٢١، إسناده صحيح۔ مسند أحمد : ١/ ٣، ح : ٥۔ مسند الحميدي، ح : ٧۔ مستدرك حاكم : ١/ ٥٢٩، ح : ١٩٣٨]

”گزشتہ سال رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا“ یہ کہہ کر ابوبکر ؓ رونے لگے، پھر فرمایا: ”(لوگو!) اللہ سے عافیت طلب کرو، بے شک لوگوں کو دنیا میں یقین (یعنی ایمان) کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دی گئی ہے۔ خبردار! سچائی کو لازم پکڑو، کیونکہ سچائی نیکی کے ساتھ ہوتی ہے (یعنی یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں) اور ان دونوں کا ٹھکانا جنت ہے اور جھوٹ سے دور رہو، کیونکہ جھوٹ کے ساتھ برائی ہوتی ہے اور ان دونوں کا انجام جہنم ہے۔ آپس میں تعلقات منقطع نہ کرو اور نہ آپس میں بغض و دشمنی رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، بلکہ اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، جس طرح اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے۔“

حیا کی رغبت دلاتے ہوئے

سیدنا زبیر بن عوام ؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر ؓ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

« يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ ! اسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ ، فَوَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ ! إِنِّيْ لَأَظَلُّ حِيْنَ أَذْهَبُ إِلَى الْغَائِطِ فِي الْفَضَاءِ مُتَقَنِّعًا بِثَوْبِيْ اسْتِحْيَاءً مِّنْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ » [كتاب الزهد للإمام عبد الله بن المبارك ، باب الهرب من الخطايا والذنوب ، ح : ٣١٦ - حلية الأولياء : ٦٨/١ ، ح : ٧٦]

”اے مسلمانو کی جماعت ! اللہ عزوجل سے حیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب میں قضائے حاجت کے لیے کھلی جگہ جاتا ہوں تو اللہ عز و جل سے حیا کرتے ہوئے اپنے آپ کو کپڑے سے ڈھانپ لیتا ہوں۔“

لشکرِ اُسامہ کی روانگی

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جزیرۂ عرب کے پڑوس میں روم و فارس کی دو عظیم سلطنتیں پائی جاتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علاقوں کے امراء کی طرف دعوتی خطوط ارسال فرمائے اور فوجی دستے بھی روانہ کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے شاہِ روم ہرقل کو خط بھیجا، جس میں اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، لیکن اس نے سرکشی کی اور فخر و غرور کا اظہار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں ایک جہادی دستہ بھیجا، جس نے معرکۂ موتہ میں عرب کے نصرانیوں اور رومیوں سے ٹکر لی اور نو ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا لشکر لے کر شام کا رخ کیا اور مقام تبوک تک پہنچے۔ گیارہ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلقاء (اردن) و فلسطین میں رومیوں پر چڑھائی کرنے کے لیے ایک لشکر تیار کیا، جس میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہوئے اور ان پر سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر فرمایا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«إِسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ، فَقَالُوْا فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِيْ أُسَامَةَ، وَإِنَّهُ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ» [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث النبي ﷺ أسامة بن زيد رضي الله عنهما في مرضه الذي توفي فيه : ٤٤٦٨]

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک لشکر کا امیر مقرر کیا تو ان کی امارت

پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراض کیا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اسامہ کے متعلق باتیں کر رہے ہو، حالانکہ وہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ عزیز ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لشکرِ اسامہ کی تیاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو روز قبل بروز ہفتہ کو مکمل ہوئی اور اس کا آغاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سے قبل ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ صفر کے اواخر میں جنگ کی تیاری کا حکم دیا، اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ''اپنے والد کی شہادت گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور ان کافروں کو اپنے گھوڑوں کے سموں تلے روند ڈالو، میں نے تم کو اس لشکر پر امیر مقرر کیا ہے۔'' [فتح الباري : ۱۵۲/۸]

بعض لوگوں کو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر اعتراض ہوا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا ، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ ، فَطَعَنَ النَّاسُ فِيْ إِمَارَتِهِ ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ ، وَايْمُ اللّٰهِ ! إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِلْإِمَارَةِ ، وَ إِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ ، وَ إِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ)) [بخاري ، كتاب المغازي ، باب بعث النبي ﷺ أسامة بن زيد رضي الله عنهما في مرضه الذي توفي فيه : ٤٤٦٩]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر کیا، بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور (صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: ''اگر آج تم اس کی امارت پر اعتراض کرتے ہو تو تم اس سے پہلے اس کے والد کی امارت پر بھی

اسی طرح اعتراض کر چکے ہو، اور اللہ کی قسم! اس کے والد (زید رضی اللہ عنہ) امارت کے بہت لائق تھے اور مجھے سب سے زیادہ عزیز تھے اور یہ (اسامہ) بھی ان کے بعد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔"

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَبَطْتُ وَهَبَطَ النَّاسُ مَعِيَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَصْمَتَ فَلَا يَتَكَلَّمُ، فَجَعَلَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ يَصُبُّهَا عَلَيَّ أَعْرِفُ أَنَّهُ يَدْعُوْ لِيْ » [مسند أحمد: ٥/٢٠١، ح: ٢١٨١٣، و إسناده حسن لذاته۔ ترمذي: ٣٨١٧۔ طبراني كبير: ١/١٦٠، ح: ٣٧٧۔ تاريخ دمشق: ٨/٦٥، ٦٦، ت: ٥٩٦]

"جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری بڑھ گئی تو میں اور میرے ساتھ دوسرے لوگ بھی (مقام جرف سے) مدینہ منورہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ ﷺ خاموش تھے، آپ ﷺ نے کوئی بات نہ کی، پھر آپ نے (دعا کے لیے) اپنے ہاتھ مبارک آسمان کی طرف اٹھائے، پھر انھیں میری طرف جھکا دیا تو میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کرنا چاہا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ ایسی حالت میں، جب ہر طرف سے ارتداد کی خبریں آ رہی ہیں اور مدینے پر حملے ہونے والے ہیں، اس لشکر کی روانگی کو ملتوی کر دیا جائے، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمان، قوتِ قلب، ہمت و شجاعت اور حوصلہ و استقامت کا اندازہ کیجیے کہ انھوں نے سب کو جواب دیا:

«وَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِيْ بَكْرٍ بِيَدِهِ ! لَوْ ظَنَنْتُ أَنَّ السِّبَاعَ تَخْطِفُنِيْ لَأَنْفَذْتُ بَعْثَ أُسَامَةَ كَمَا أَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ لَمْ يَبْقَ فِي الْقُرٰى غَيْرِيْ لَأَنْفَذْتُهُ» [تاريخ الطبري: ٤/٤٥]

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوبکر کی جان ہے! اگر مجھے یقین ہو جائے کہ درندے مجھے چیر پھاڑ دیں گے تو پھر بھی میں لشکر اسامہ کو ضرور روانہ کروں گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی روانگی کا حکم دیا تھا اور اگر میں مدینہ میں اکیلا رہ جاؤں تو بھی میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا۔“

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ”بلقاء“ کی وادیوں میں پہنچ کر رومیوں کے لشکر سے لڑائی شروع کر دی۔ رومیوں کو شکست دے کر اور بہت سا مال غنیمت لے کر مدینہ واپس تشریف لائے۔ لشکر اسامہ کی روانگی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ پورے جزیرۂ عرب میں اسلامی حکومت کی دھاک بیٹھ گئی، جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے یہ اندازہ لگائے بیٹھے تھے کہ اب مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا، وہ اس لشکر کی کامیابی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ اس کے بعد بیرونی حملوں کا خطرہ ہمیشہ کے لیے ٹل گیا اور مرکزِ خلافت کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں۔

* * *

فتنۂ ارتداد سے متعلق نبوی پیش گوئیاں

مرتد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اس چیز کا انکار کرے جس کا دین ہونا معلوم و متعین ہو، جیسے نماز، زکوۃ، نبوت، مومنین سے دوستی و محبت، یا ایسے قول یا فعل کا مرتکب ہو جس میں کفر کے سوا کسی تاویل کا احتمال نہ ہو۔ اس مفہوم کو سمجھنے کے لیے درج ذیل احادیث پر غور کریں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَرِدُ عَلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِيْ، فَيُجْلَوْنَ عَنِ الْحَوْضِ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ! أَصْحَابِيْ، فَيَقُوْلُ إِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، إِنَّهُمُ ارْتَدُّوْا عَلٰى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰى » [بخاري، كتاب الرقاق، باب في الحوض : ٦٥٨٥]

”قیامت کے دن میرے امتیوں میں سے ایک جماعت مجھ پر پیش کی جائے گی، پھر وہ حوض سے دور کر دیے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا: ”اے میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں۔“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”تمھیں معلوم نہیں کہ انھوں نے تمھارے بعد (دین میں) کیا کیا بدعات گھڑ لی تھیں۔ یہ لوگ (دین سے) الٹے قدموں مرتد ہو گئے تھے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا:

« أَلَا وَإِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ أُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُوْلُ

يَا رَبِّ! أُصَيْحَابِيْ ، فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ ، فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ : ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ﴾ [المائدة : ١١٧] فَيُقَالُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ ‎»‏ [بخاري، كتاب التفسير، باب : ﴿ وكنت عليهم شهيدًا ما دمت ...... ﴾ : ٤٦٢٥]

”میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انھیں (جہنم کی) بائیں طرف لے جایا جائے گا۔ میں عرض کروں گا: ”اے میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں؟“ مجھ سے کہا جائے گا: ”آپ کو معلوم نہیں ہے کہ انھوں نے آپ کے بعد (دین میں) کیا کیا بدعات ایجاد کی تھیں۔“ تو اس وقت میں بھی وہی کہوں گا جو اللہ کے صالح بندے (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا تھا: ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ [المائدة : ١١٧] ”اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔“ تو مجھے بتایا جائے گا: ”جب آپ ان سے الگ ہو گئے تو اس کے بعد یہ لوگ دین سے مرتد ہو گئے تھے۔“

ارتداد کے اسباب

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بعض قبائلِ عرب کے ارتداد کے مختلف اسباب تھے، مثلاً رسول اللہ ﷺ کی وفات کا صدمہ، دین میں کمزوری، فہمِ نصوص میں نقص، جاہلیت اور اس کے مفاسد کے ارتکاب کی چاہت، نظام سے بغاوت اور شرعی حکومت کے خلاف خروج، قبائلی عصبیت، حکومت کی طمع اور دین کو حصولِ مال کا ذریعہ بنانا وغیرہ۔

ارتداد کی شکلیں بھی مختلف رہی ہیں، مثلاً کچھ لوگوں نے تو سرے ہی سے اسلام چھوڑ کر وثنیت یعنی بت پرستی کو اختیار کر لیا، کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، کچھ لوگوں نے انکارِ نماز

کی دعوت دی، کچھ لوگ اسلام کے تو معترف رہے، نماز بھی قائم کرتے رہے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی سے رک گئے وغیرہ۔

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے سیدنا رافع بن ابی رافع ؓ سے ایک موقع پر فرمایا تھا:

« إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا بَعَثَ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ، فَمِنْهُمْ مَنْ دَخَلَ فَهَدَاهُ اللّٰهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَكْرَهَهُ السَّيْفُ » [طبراني كبير : ٥/٢١، ٢٢، ح : ٤٤٦٧، و إسناده حسن لذاته۔ تاريخ دمشق : ١٨/٩، ١٠، ت : ٢١٢٦]

”جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث کیا تو لوگ (کئی طرح سے) اسلام میں داخل ہوئے، ان میں سے بعض تو وہ تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی تو وہ (دل سے) مسلمان ہوئے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھیں تلوار نے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔“

دورِ نبوی کے اخیر میں ارتداد

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں:

« قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ إِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ، وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهِ، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِيْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ لَوْ سَأَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ، وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ، وَإِنِّيْ لَأَرَاكَ الَّذِيْ

أُرِيْتُ فِيْهِ مَا رَأَيْتُ، وَ هٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ يُجِيْبُكَ عَنِّيْ، ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِنَّكَ أُرَى الَّذِيْ أُرِيْتُ فِيْهِ مَا أَرَيْتُ، فَأَخْبَرَنِيْ أَبُوْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِيْ شَأْنُهُمَا، فَأُوْحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنِ انْفُخْهُمَا، فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا، فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِيْ، أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيُّ، وَ الْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ»

[بخاري، كتاب المغازي، باب وفد بني حنيفة ...... الخ : ٤٣٧٣، ٤٣٧٤۔ مسلم : ٢٢٧٣، ٢٢٧٤]

”نبی کریم ﷺ کے عہد میں مسیلمہ کذاب اس دعویٰ کے ساتھ آیا کہ اگر محمد (ﷺ) مجھے اپنے بعد اپنا نائب وخلیفہ بنا دیں تو میں ان کا اتباع کر لوں گا۔ اس کے ساتھ اس کی قوم (بنو حنیفہ) کے بہت زیادہ آدمی بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف تشریف لے گئے، آپ ﷺ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے اور آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ آپ ﷺ مسیلمہ کے لوگوں کے پاس ٹھہرے اور فرمایا: ”اگر تو مجھ سے یہ ٹہنی بھی مانگے تو میں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا اور تو اللہ کے اس فیصلے سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تیرے بارے میں پہلے ہی ہو چکا ہے۔ تو نے اگر (میری اطاعت سے) روگردانی کی تو اللہ تجھے ہلاک کر دے گا۔ میرا تو خیال ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔ اب تیری باتوں کا جواب میری طرف سے ثابت بن قیس دیں گے۔“ پھر آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے) رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے متعلق پوچھا: ”میرا خیال تو

> یہ ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا'' تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے، مجھے ان کی وجہ سے غم لاحق ہوا، پھر خواب ہی میں مجھ پر وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک مار دوں، چنانچہ میں نے ان پر پھونکا تو وہ اڑ گئے۔ میں نے ان دو کنگنوں کی تعبیر یہ کی کہ اس سے مراد دو جھوٹے (نبی) ہیں جو میرے بعد ظاہر ہوں گے۔ ان میں سے ایک (اسود) عنسی تھا اور دوسرا مسیلمہ (ان دونوں کو اللہ نے پھونک کی طرح ختم کر دیا، آج اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کا پیروکار اور ماننے والا ایک بھی نہیں اور رسول اکرم ﷺ کے فرماں بردار قیامت تک باقی رہیں گے)۔''

نبی کریم ﷺ کا انھیں پھونک مارنا اور ان کا اڑ جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں آپ ﷺ کے اشارے پر قتل کیے جائیں گے، بذاتِ خود آپ ﷺ ان سے جنگ نہیں کریں گے، اور آپ ﷺ کا یہ بیان کرنا کہ وہ دونوں کنگن سونے کے تھے، یہ فرمان ان دونوں کے جھوٹا ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ کنگنوں کی طرح یہ بھی ظاہری رعب اور ظاہری چمک دمک والے ہوں گے۔ اسی طرح ''سِوَارَیْنِ'' کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں بادشاہ ہوں گے اور ان کنگنوں کا آپ کے دونوں ہاتھوں میں ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک وقت تک ان کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے انتہائی سنگین ہوگا، کیونکہ کنگن بازو کے ساتھ چمٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

مرتدین کے متعلق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا موقف

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے اور انھوں نے دین اسلام کے بعض احکام کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ان قبائل میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، یا ان میں وہ لوگ شامل تھے جن کے دلوں میں اسلام ابھی تک راسخ نہیں ہوا تھا۔ اس ارتداد کے بعد ان میں سے بعض نے ارکانِ اسلام بالخصوص زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور وہ اس کی ادائیگی کو تاوان اور جرمانہ سمجھتے تھے۔ اس انکار کی بنیاد جاہلی مزاج، مادہ پرستی اور ان کی مال و دولت سے محبت تھی۔ اسی دوران نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذّاب نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسے مرتدین کی جماعت کو اپنے گرد جمع کر لیا اور بہت سی عبادات میں رخصت دے دی۔

ارتداد کی اس لہر سے مسلمانوں کی جمعیت اور نئے تشکیل پانے والے معاشرے کا شیرازہ بکھرنے کا خطرہ تھا اور جزیرۃ العرب میں قائم ہونے والے اسلامی نظام کے درہم برہم ہونے کا اندیشہ محسوس کیا جا رہا تھا۔ اس لیے اس خطرناک صورتِ حال کے پیشِ نظر کفار و مشرکین کے خلاف جہاد کے لیے لشکر کی روانگی کی بہ نسبت ان مرتدین کے خلاف فوری کارروائی کر کے ان کا قلع قمع کرنا انتہائی ضروری تھا۔ اس لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین کے عزائم اور اعلانات سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشورہ کے لیے جمع کیا، تو بعض صحابہ نے رائے دی کہ مرتدینِ زکوٰۃ کے خلاف کافروں اور مشرکوں کی طرح قتال نہیں کرنا

چاہیے، مگر سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے اس رائے کو قبول نہیں کیا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں:

«لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُوْبَكْرٍ بَعْدَهُ، وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِيْ بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَاللّٰهِ! لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللّٰهِ! لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهِ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَ اللّٰهِ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِلْقِتَالِ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ» [مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس...... الخ: ٢٠- بخاري: ١٣٩٩]

”جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور ان کے بعد سیدنا ابوبکر ؓ کو خلیفہ بنایا گیا اور قبائل عرب میں سے جنھوں نے کفر اختیار کرنا تھا انھوں نے کفر اختیار کرلیا، تو سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے سیدنا ابوبکر ؓ سے کہا: ”آپ لوگوں سے کس بنا پر قتال (جنگ) کریں گے؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرما گئے ہیں: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ ”لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ“ کہیں، تو جس نے ”لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ“ کہہ دیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان کو محفوظ کرلیا، الا یہ کہ اسلام کا کوئی حق ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے

ذمے ہے۔'' اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ مال کا (شرعی) حق ہے اور قسم اللہ کی! اگر ان لوگوں نے مجھ سے وہ رسی بھی روک لی جو وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس کے روک لینے پر بھی ان سے جنگ کروں گا۔'' تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے اور بالآخر میری سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی کہ یہی حق ہے۔''

اس طرح سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک اہم فقہی مسئلہ واضح فرمایا جو ان کے ذہن سے اوجھل تھا، وہ یہ کہ جس حدیث سے عمر رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا تھا اس میں ایک جملہ ایسا ہے جو مانعین زکوٰۃ سے قتال کے وجوب پر دلالت کرتا ہے، وہ ہے:

« فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ إِلاَّ بِحَقِّهَا »

[مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر ...... الخ : ٢١/٣٤]

''جب وہ اس کلمے کا اقرار کر لیں تو انھوں نے اپنا خون اور اپنا مال مجھ سے محفوظ کر لیا، الا یہ کہ اس کلمے کا حق آ جائے۔''

درحقیقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ موقف اور فیصلہ الہامی تھا اور اس مصلحت پر مبنی فیصلے میں اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ تھا، جبکہ اس کے مقابل کوئی دوسرا فیصلہ اختیار کرنے میں مسلمانوں کو ناکامی، نقصان اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑتا اور لوگ جاہلیت کے دور کی طرف لوٹ جاتے اور دوبارہ نئے سرے سے جاہلی دور شروع ہو جاتا اور زمین میں فتنہ وفساد برپا ہو جاتا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بصیرت اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ تیز تھی، کیونکہ آپ نے معاملہ کو اس ایمانی بصیرت سے سمجھا جو تمام کے ایمان پر بھاری تھی، وہ یہ کہ زکوٰۃ کو شہادتین

سے جدا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جس نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس حق کو بھی تسلیم کرے جو اس کے مال میں فرض کیا جائے۔ درآں حالیکہ یہ مال اصل میں اللہ ہی کا ہے۔ زکوٰۃ کے بغیر صرف ''لا الٰہ الا اللہ'' کا قوموں کی زندگی میں کوئی وزن نہیں اور جس طرح ''لا الٰہ الا اللہ'' کے دفاع میں تلوار اٹھانا مشروع ہے اسی طرح زکوٰۃ کے دفاع میں بھی تلوار اٹھانا مشروع ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ یہی اسلام ہے اور اس کے برعکس کوئی اسلام نہیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے موقف میں کوئی نرمی، پسپائی اور لغزش نہیں تھی، یہ اللہ کی طرف سے ایک الہام شدہ موقف تھا۔ اللہ رب العزت کے احسان کے بعد اس دین کی سلامتی اور اپنی اصل حالت میں بقا کے سلسلہ میں اس موقف کا بڑا اہم کردار رہا۔ سب کا اس بات پر اتفاق ہے اور تاریخ بھی اس کی گواہ ہے کہ منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کے مصمم ارادوں اور دینِ اسلام کے خلاف ان کی تباہ کن سازشوں کے خاتمے کے لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا موقف انبیائے کرام علیہم السلام کی اقتدا پر مبنی موقف تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحیح معنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق ادا کیا اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی تعریف و ستائش اور دعا کے مستحق قرار پائے۔

مسیلمہ کذاب اور جنگ یمامہ

مسیلمہ کذاب نے یہ جھوٹا دعویٰ کر رکھا تھا کہ اس پر بھی قرآن کی طرح کوئی دوسری کتاب نازل ہوئی ہے۔ (معاذ اللہ)

چنانچہ ثقہ تابعی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود ؒ بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا عثمان ؓ کے دور خلافت میں) ایک آدمی (میرے والد محترم) سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے ابوعبدالرحمٰن! یہاں ایک ایسی قوم ہے جو مسیلمہ کذاب کی کتاب پڑھ رہی ہے۔'' سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ نے کہا: ''کیا اللہ کی کتاب کے علاوہ بھی کوئی (آسمانی) کتاب ہے اور کیا اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ بھی کوئی رسول ہے؟ اس کے بعد کہ اسلام پھیل چکا ہے (یعنی ایسا نہیں ہوسکتا)۔'' اور انھوں نے اس شخص کو واپس بھیج دیا تو وہ دوبارہ آپ ؓ کے پاس آیا اور عرض کی: ''اے عبداللہ! اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی دوسرا الٰہ نہیں! (یہ بد بخت) لوگ ایک گھر میں (جمع ہوکر) مسیلمہ (کذاب) کی کتاب پڑھ رہے ہیں اور ان کے پاس مسیلمہ (کذاب) کی کتاب صحیفہ کی شکل میں موجود ہے۔'' یہ سیدنا عثمان غنی ؓ کے دورِ خلافت کی بات ہے۔ تو سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ نے گھڑ سواری کے ماہر ''قرظہ'' نامی شخص سے کہا: ''جاؤ اور انھیں اسی گھر میں گھیر لو اور سب کو گرفتار کر لو۔'' تو قرظہ ؒ اسّی (۸۰) آدمیوں کو گرفتار کر لایا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ نے انھیں کہا: ''تمھارے لیے تباہی و بربادی ہو! کیا اللہ کی کتاب کے علاوہ بھی کوئی کتاب

ہے اور کیا اللہ کے رسول کے علاوہ بھی کوئی رسول ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں، یقیناً ہم نے اپنے آپ پر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔'' تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل نہیں کیا بلکہ معاف کرتے ہوئے ملک شام کی طرف روانہ کر دیا، سوائے ان کے سردار ابن نواحہ (بدبخت) کے، کیونکہ اس نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اس کے متعلق) قرظہ رحمہ اللہ کو حکم دیا: ''اسے لے جاؤ اور اس کی گردن تن سے جدا کر کے اس کا سر اس کی ماں کی گود میں پھینک دو، کیونکہ میں نے (آج سے پہلے بھی) اسے دیکھا ہے اور اس کے (برے) کاموں کو بھی جانتا ہوں۔'' چنانچہ قرظہ رحمہ اللہ نے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ پھر سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابن نواحہ اور ابن اثال دونوں مسیلمہ (کذاب) کے سفیر بن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے، تو آپ ﷺ نے ابن نواحہ سے کہا تھا:

« تَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ تَشْهَدُ أَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَوْ لَا أَنَّكَ رَسُوْلٌ لَقَتَلْتُكَ فَجَرَتِ السُّنَّةُ يَوْمَئِذٍ أَنْ لَّا يُقْتَلَ رَسُوْلٌ » [مستدرك حاكم: ٣/ ٥٣، ح: ٤٣٧٨، و إسناده صحيح]

''کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟'' تو اس (بدبخت) نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ''کیا آپ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو سفیر نہ ہوتا تو میں ضرور تجھے قتل کر دیتا۔'' تو اس وقت سے سفیر کو قتل نہ کرنے کا طریقہ جاری ہوا۔''

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ مسیلمہ کذاب کے قتل کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بھی بعض لوگ اس بدبخت کے پیچھے چل رہے تھے اور اس کی نام نہاد و

من گھڑت کتاب پڑھا کرتے تھے۔ صرف ایک اسی واقعہ سے اس بات کا اندازہ لگا لیں کہ اس خبیث کی زندگی میں اس کے پیروکار کتنے اور کیا کچھ نہیں کرتے ہوں گے۔

معرکۂ یمامہ میں مسیلمہ کے لشکر کا مقابلہ کرنے والے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے موسیٰ بن انس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« ذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَالَ أَتٰى أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ وَ قَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَ هُوَ يَتَحَنَّطُ فَقَالَ يَا عَمِّ! مَا يَحْبِسُكَ أَنْ لَّا تَجِيْءَ؟ قَالَ الْآنَ يَا ابْنَ أَخِيْ! وَ جَعَلَ يَتَحَنَّطُ يَعْنِيْ مِنَ الْحَنُوْطِ ثُمَّ جَاءَ فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ انْكِشَافًا مِّنَ النَّاسِ فَقَالَ هٰكَذَا عَنْ وُجُوْهِنَا حَتّٰى نُضَارِبَ الْقَوْمَ، مَا هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِئْسَ مَا عَوَّدْتُّمْ أَقْرَانَكُمْ »

[بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب التحنط عند القتال: ٢٨٤٥]

”وہ جنگ یمامہ کا ذکر کر رہے تھے (کہ جب خلافت صدیقی میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب کا محاصرہ کیا تھا)، کہتے ہیں: ”انس بن مالک رضی اللہ عنہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنی رانوں کو برہنہ کر کے (حنوط) خوشبو لگا رہے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اے چچا جان! کس چیز نے آپ کو روکا ہے کہ آپ (میدانِ جنگ میں) تشریف نہیں لائے؟“ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میرے بھتیجے! میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔“ اور خوشبو ملنے لگے، پھر سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور بیٹھ گئے (مراد میدانِ جنگ میں آئے)، تو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرتے ہوئے مسلمانوں کی طرف سے کچھ کمزوری کے آثار کا ذکر کیا تو سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ، تا کہ ہم جنگ کریں، ہم

رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے اس طرح ہرگز نہیں کرتے تھے۔ (یعنی پہلی صف کے لوگ ڈٹ کر لڑتے تھے، کمزوری کا مظاہرہ ہرگز نہیں ہونے دیتے تھے) لوگو! تم نے اپنے مدمقابل دشمنوں کو بہت بری چیز کا عادی بنا دیا ہے (کہ تم جنگ کے موقع پر پیچھے ہٹ گئے اور وہ حملہ کرنے لگے)۔''

مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ پھر سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اسی معرکہ میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ [مسند أحمد : ۱۳۷/۳، ح : ۱۲٤۲٦، و إسناده صحيح۔ صححه ابن حبان : ۷۱٦۷۔ مستدرك حاكم : ۲۳٤/۳، ح : ٥۰۳٥]

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے جب جنگ یمامہ میں اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ وقتی طور پر شکست سے دوچار ہیں تو انھوں نے خوشبو لگائی اور کفن پہن کر کہا: ''اے اللہ! جو کچھ انھوں نے کیا میں تیری عدالت میں اس سے بری ہوں اور جو کچھ انھوں نے کیا میں تیری طرف اس سے معذرت خواہ ہوں۔'' پھر انھوں نے (عمدہ انداز میں) کفار سے جنگ کی اور جام شہادت نوش کیا۔'' [مستدرك حاكم : ۲۳٥/۳، ح : ٥۰۳٥، و إسناده صحيح]

اس جنگ میں صرف انصار میں سے ستر (۷۰) مجاہد شہید ہوئے تھے۔ [مسند أبي عوانة : ۳۲٥/٤، ح : ٦۸٤۹، و إسناده صحيح]

مسیلمہ کذاب جہنم رسید

آخر کار سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ بھیجا ہوا لشکر فتح سے ہم کنار ہوا اور اللہ رب العزت نے سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری نوجوان کے حصے میں یہ سعادت رکھی ہوئی تھی کہ انھوں نے مسیلمہ کذاب کو جہنم واصل کیا، جیسا کہ سیدنا وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ، قُلْتُ لَأَخْرُجَنَّ إِلٰى مُسَيْلِمَةَ، لَعَلِّيْ أَقْتُلُهُ فَأُكَافِئَ بِهِ

حَمْزَةَ، قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ، فَكَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ، قَالَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي ثَلْمَةِ جِدَارٍ، كَأَنَّهُ جَمَلٌ أَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّأْسِ، قَالَ فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي، فَأَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ، قَالَ وَوَثَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلٰى هَامَتِهِ، قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ فَأَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُوْلُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ وَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْأَسْوَدُ » [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل حمزة بن عبد المطلب رضي الله عنه : ٤٠٧٢]

”جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور (اس کے بعد) مسیلمہ کذاب نے خروج کیا، تو میں نے کہا: ”میں ضرور مسیلمہ کے خلاف (جنگ کے لیے) نکلوں گا، ممکن ہے کہ میں اسے قتل کر دوں اور اس طرح سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا کچھ بدلا برابر کر سکوں۔“ وہ فرماتے ہیں: ”پھر میں اس کے خلاف جنگ کے لیے مسلمانوں کے ساتھ نکلا۔ (میدانِ جنگ میں) میں نے دیکھا کہ ایک شخص (مسیلمہ) ایک دیوار کے شگاف میں کھڑا ہے، جیسے گندمی رنگ کا کوئی اونٹ ہو، سر کے بال پراگندہ تھے۔ میں نے اس پر اپنا چھوٹا نیزہ تاک کر مارا، نیزہ اس کے سینے پر لگا اور شانوں کے آر پار ہو گیا۔ اتنے میں ایک انصاری صحابی اس پر جھپٹا اور تلوار سے اس کی کھوپڑی پر کاری ضرب لگائی۔“ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کر رہے تھے کہ (مسیلمہ کے قتل کے بعد) ایک لڑکی نے چھت پر کھڑے ہو کر اعلان کیا ہائے! امیر المومنین (یعنی مسیلمہ) کو ایک کالے غلام (یعنی سیدنا وحشی رضی اللہ عنہ) نے قتل کر دیا۔“

امام محمد بن مسلم زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا کی تو عرب میں سے اسلام سے جس نے مرتد ہونا تھا وہ مرتد ہوا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے خلاف جہاد کے لیے نکلے، لیکن جب بقیع کے قریب ''نقع'' نامی جگہ تک پہنچے تو مدینہ کے خراب حالات کو دیکھتے ہوئے پھر مدینہ ہی میں لوٹ آئے اور اللہ کی تلوار سیدنا خالد بن ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مرتدین کے خلاف لشکر روانہ کیا اور انھیں حکم دیا: ((أَنْ يَّسِيْرَ فِيْ ضَاحِيَةِ مُضَرَ فَيُقَاتِلْ مَنِ ارْتَدَّ مِنْهُمْ عَنِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ يَسِيْرُ إِلَي الْيَمَامَةِ فَيُقَاتِلْ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ)) ''کہ وہ (لشکر لے کر) چلیں اور ''مضر'' قبیلہ کے اردگرد کے جو لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں ان سے قتال کریں، پھر یمامہ (شہر) کی طرف پیش قدمی کریں اور مسیلمہ کذاب سے قتال کریں۔'' حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نکلے۔ چنانچہ انھوں نے طلیحہ اسدی کذاب کے خلاف زبردست معرکہ لڑا، اللہ تعالیٰ نے اسے شکست دی اور جب طلیحہ اسدی نے اپنے ساتھیوں کو دم دبا کر بھاگتے ہوئے دیکھا تو اس نے ان سے کہا: ''تمھاری تباہی و بربادی ہو! تم دم دبا کر کیوں بھاگ رہے ہو؟'' تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا:

((وَ أَنَا أُحَدِّثُكَ مَا يَهْزِمُنَا أَنَّهُ لَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ إِلَّا وَ هُوَ يُحِبُّ أَنْ يَّمُوْتَ صَاحِبُهُ قَبْلَهُ وَ إِنَّا لَنَلْقِيْ قَوْمًا كُلُّهُمْ يُحِبُّ أَنْ يَّمُوْتَ قَبْلَ صَاحِبِهِ))

''میں آپ کو شکست کی وجہ بتاتا ہوں، بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ مجھے کچھ نہ ہو اور میرا دوسرا ساتھی مجھ سے پہلے مر جائے اور جس قوم سے ہمارا پالا پڑا ہوا ہے اس قوم کا ہر پیر و جوان یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے ساتھی سے پہلے شہید ہو جاؤں (چنانچہ یہی وہ وجہ ہے کہ ہم دم دبا کر بھاگ رہے ہیں)۔''

طُلَیحہ اسدی شدید لڑائی لڑنے والا آدمی تھا، اس نے اس دن سیدنا عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہما کو شہید کیا تھا، جب طلیحہ پر حق غالب آ گیا تو وہ مسلمان ہو گیا، پھر اس نے عمرے کا تلبیہ کہا اور مسلمانوں کے ساتھ (عمرے کے لیے) ایمان کی حالت میں چلا، یہاں تک کہ مدینہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا، پھر وہ مکہ کی طرف چلا اور اس نے اپنا عمرہ پورا کیا۔ پھر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کے فتنہ کو ختم کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا اور خود مسیلمہ کذاب کے فتنہ کو ختم کرنے کے لیے یمامہ کی طرف رخ کیا اور مسیلمہ کذاب کے خلاف زبردست معرکہ لڑا اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بہت سے انصار اور مہاجر صحابہ نے جام شہادت نوش کیا اور مسیلمہ کا کام تمام ہوا۔“ [السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب قتال أهل البغي، باب ما جاء في قتال الضرب ...... الخ : ۸/ ۱۷۵، ۱۷۶، ح : ۱۶۷۲۸، و إسناده حسن لذاته إلی الزهري]

قرآن کی جمع و تدوین

معرکۂ یمامہ میں جامِ شہادت نوش کرنے والے مسلمانوں میں بہت سے حفاظِ قرآن بھی تھے، ان قراء کی شہادت کی وجہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے قرآن مجید کو ایک کتابی شکل میں جمع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ قرآن کو چمڑے کے ٹکڑوں، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا گیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عظیم کام کی ذمہ داری جلیل القدر صحابی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کی، جیسا کہ کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں:

« أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُوْ بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهُ عُمَرُ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ إِنَّ عُمَرَ أَتَانِيْ فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَإِنِّيْ أَخْشٰى أَنْ يَّسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوْهُ، وَإِنِّيْ لَأَرٰى أَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ فِيْهِ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ لِذٰلِكَ صَدْرِيْ وَرَأَيْتُ الَّذِيْ رَأٰى عُمَرُ، قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ فَقَالَ

أَبُوْبَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ ، وَلَا نَتَّهِمُكَ ، كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ »

”جب یمامہ کی لڑائی میں (جو مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی) بہت سے صحابہ شہید ہو گئے، تو سیدنا ابوبکر ؓ نے مجھے بلایا، اس وقت سیدنا عمر ؓ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ میں گیا تو سیدنا ابوبکر ؓ نے کہا: ”میرے پاس عمر (ؓ) آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یمامہ کی لڑائی میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر اسی طرح جنگوں میں قرآن کے علماء اور قراء شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن دنیا سے اٹھ جائے گا، الا یہ کہ آپ قرآن کو ایک جگہ جمع کر لیں (پھر ڈر نہیں رہے گا)، تو میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ضرور قرآن جمع کروا دیں۔“ ابوبکر ؓ کہتے ہیں: ”میں نے عمر (ؓ) کو یہ جواب دیا کہ میں وہ کام کیسے کروں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ تو عمر (ؓ) کہنے لگے: ”اللہ کی قسم! یہ اچھا کام ہے“ اور بار بار یہی کہتے رہے، تا آنکہ اللہ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور میری رائے بھی وہی ہو گئی جو عمر (ؓ) کی رائے تھی۔“ سیدنا زید ؓ کہتے ہیں کہ عمر ؓ وہیں ابوبکر ؓ کے پاس خاموش بیٹھے ہوئے تھے، پھر سیدنا ابوبکر ؓ (مجھے) کہنے لگے: ”تم جوان اور عاقل آدمی ہو اور ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ بھی نہیں اور تم دورِ نبوی میں کاتب وحی رہے ہو، تو اب ایسا کرو کہ قرآن (کی جا بجا لکھی ہوئی تحریروں کو) تلاش کرو اور سب کو اکٹھا کر دو۔“

زید ؓ کہتے ہیں: ”اللہ کی قسم! اگر ابوبکر ؓ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو کہتے تو یہ کام میرے لیے اتنا بھاری نہ ہوتا جتنا قرآن جمع کرنے کا حکم۔ میں نے (ان سے) کہا: ”آپ کس طرح وہ کام کریں گے جو نبی ﷺ نے نہیں کیا؟“ تو ابوبکر ؓ نے کہا: « هُوَ وَاللّٰهِ! خَيْرٌ » ”اللہ کی قسم! یہ نیک کام ہے۔“ میں بار بار یہی کہتا

رہا تا آنکہ اللہ نے اس کام کے لیے میرا سینہ بھی کھول دیا، جس کے لیے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا کھولا تھا۔ چنانچہ میں اٹھا اور میں نے قرآن کو کھال، کندھے کی ہڈی، کھجور کی شاخوں سے (جن پر قرآن لکھا ہوا تھا) اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ میں نے سورۂ توبہ کی آخری دو آیتیں خزیمہ بن ثابت انصاری (رضی اللہ عنہ) کے سوا کسی کے ہاں نہ پائیں (اور وہ دو آیات یہ ہیں):

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ [التوبة : ١٢٨، ١٢٩]

"بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔"

پھر یہ مصحف جس میں قرآن جمع کیا گیا تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور ان کی وفات کے بعد ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کو ملا۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ لقد جاء كم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم ﴾ : ٤٦٧٩]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ ، هُوَ أَوَّلُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ » [فضائل الصحابة لأحمد ابن حنبل : ٢٣٠/١، ح : ٢٨٠، و إسناده حسن لذاته۔ مصنف ابن أبي شيبة : ٢٤٨/٧، ح : ٣٥٧٤٠، ٣٥٧٤١]

"اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، انھوں نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا۔"

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات

موت کو یاد کرتے ہوئے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب (میرے والد محترم سیدنا) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بخار میں مبتلا ہوتے تو یوں کہتے تھے ؎

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

”ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے اور موت تو اس کے جوتے سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔“ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب مقدم النبي ﷺ و أصحابه المدينة : ٣٩٢٦]

موت کی بے ہوشی کا تذکرہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میرے والد محترم بیمار تھے تو میں نے یہ شعر پڑھا ؎

مَنْ لَّا يَزَالُ دَمْعُهُ مُقَنَّعًا
فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مَرَّةً مَدْفُوْقٌ

”جس شخص کے آنسو زندگی بھر نہ نکلے ہوں ایک دفعہ تو اس کے لیے بھی لازمی ہے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جائیں۔“

یہ شعر سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَيسَ كَذٰلِكَ أَيْ بُنَيَّةُ! وَ لٰكِنْ ﴿وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾ » [الطبقات لابن سعد : ١٤٧/٣ ، و إسناده صحيح۔ تاريخ دمشق : ٤٢٦/٣٠ ، ٤٢٧۔ كتاب المحتضرين لابن أبي الدنيا ، ح : ٣٨۔ موسوعة ابن أبي الدنيا : ٣١٢/٥ ، ح : ٣٨]

”ایسے نہیں اے بیٹی! بلکہ یوں کہو: ﴿وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾ [ق : ١٩] ”اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آئے گی۔ یہ ہے وہ حق جس سے تو بھاگتا تھا۔“

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« دَخَلْتُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ فِيْ مَرَضِهِ ، فَقُلْتُ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! اعْهَدْ إِلَيَّ عَهْدًا ، فَإِنِّي لَا أَرَاكَ تَعْهَدُ إِلَيَّ بَعْدَ يَوْمِكَ هٰذَا شَيْئًا ، قَالَ أَجَلْ يَا سَلْمَانُ! إِنَّهَا سَتَكُوْنُ فُتُوْحٌ ، فَلَا أَعْرِفَنَّ مَا كَانَ مِنْ حَظِّكَ مِنْهَا مَا جَعَلْتَ فِيْ بَطْنِكَ أَوْ أَلْقَيْتَهُ عَلٰى ظَهْرِكَ ، وَاعْلَمْ أَنَّهُ مَنْ صَلَّى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فَإِنَّهُ يُصْبِحُ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ ، فَلَا تَقْتُلَنَّ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ ذِمَّةِ اللّٰهِ ، فَيَطْلُبَكَ اللّٰهُ بِذِمَّتِهِ ، فَيَكُبَّكَ عَلٰى وَجْهِكَ فِي النَّارِ » [الطبقات لابن سعد : ١٤٤/٣ ، ت : ٤٦ ، و إسناده حسن لذاته۔ كتاب المحتضرين لابن أبي الدنيا ، ح : ٤٠۔ موسوعة ابن أبي الدنيا : ٣١٣/٥ ، ح : ٤٠ ، و إسناده حسن لذاته ، واللفظ له]

”میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے (آخری) مرض میں (ان کی تیمار داری کے لیے) گیا تو میں نے عرض کی: ”اے رسول اللہ کے خلیفہ! مجھ سے کوئی عہد

لیجیے، میرا خیال ہے کہ شاید آپ آج کے بعد مجھ سے کوئی عہد نہ لے سکیں (یعنی آپ کی یہ بیماری مجھے آخری بیماری نظر آ رہی ہے)۔“ یہ سن کر سیدنا ابوبکر ؓ نے کہا: ”ہاں، اے سلمان! یقیناً عنقریب (بہت زیادہ) فتوحات ہوں گی، تو (یاد رکھ) میں اس (مالِ غنیمت) میں سے تیرے لیے تیرا حصہ اس سے زیادہ نہیں جانتا جس سے تو اپنا پیٹ بھرے یا جو تو اپنی کمر پر لاد لے اور تو جان لے کہ جو (مسلمان) شخص پانچ نمازیں پڑھے تو وہ یقیناً اللہ کی حفاظت میں ہوتا ہے اور تو کسی بھی ایسے آدمی کو ہرگز قتل نہ کرنا جو اللہ کی حفاظت میں ہو، ورنہ اللہ تجھے اوندھے منہ جہنم میں داخل کرے گا۔“

خلیفۂ رسول کے گھر کا اثاثہ

سیدنا انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا ابوبکر ؓ کی آخری بیماری میں ان کی تیمارداری کرنے کے لیے ان کے پاس گئے۔ ان کی خدمت اور دیکھ بھال سیدہ عائشہ ؓ کر رہی تھیں۔ ہم نے عرض کی: ”اے خلیفۂ رسول! آپ نے صبح یا شام کس حال میں کی ہے (یعنی آپ کی طبیعت کیسی ہے)؟“ تو انھوں نے ہماری طرف اچھی طرح متوجہ ہو کر کہا: ”کیا تم لوگ میرے رویے اور میرے کاموں سے خوش ہو؟“ انس ؓ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا: ”کیوں نہیں! ہم لوگ تو آپ سے بہت خوش ہیں۔“ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے کہا: ”میں اس بات پر بہت حریص تھا کہ تمام مسلمانوں کو وافر مقدار میں مال غنیمت دوں (اور انھوں نے دیا بھی تھا)، باوجود اس کے کہ خود میں نے کچھ گوشت اور دودھ پایا ہے، جب تم میرے پاس سے تشریف لے جاؤ تو خود بھی اس بات پر اچھی طرح غور و فکر کر لینا۔“

سیدنا انس ؓ کہتے ہیں: ”ہم نے اچھی طرح ان کے کمرے کا گھوم پھر کر جائزہ لیا تو انھوں نے فرمایا: ”اچھی طرح دیکھ لو۔“ ہم نے دیکھا کہ وہاں تو درہم و دینار کچھ بھی نہیں تھا، سوائے ایک خادم، ایک عدد پیالہ اور ایک عدد دودھ دوہنے کے برتن کے۔ وہ بھی سیدنا

ابوبکر ؓ نے سیدہ عائشہ ؓ سے کہا کہ اسے سیدنا عمر ؓ کے پاس پہنچا دینا۔ تو اس بات سے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے بعد سیدنا عمر ؓ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ پھر جب سیدنا ابوبکر ؓ کے گھر کا یہ مال سیدنا عمر ؓ کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا:

« رَحِمَ اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ، لَقَدْ أَتْعَبَ مِنْ بَعْدِهِ إِتْعَابًا شَدِيْدًا » [تاريخ دمشق : ٤٢٨/٣٠، و إسناده حسن لذاته۔ الطبقات لابن سعد : ١٤٣/٣]

”اللہ تعالیٰ ابوبکر ؓ کے حال پر رحم کرے، یقیناً انھوں نے اپنے بعد آنے والے (امراء وخلفاء) کو بہت زیادہ مشقت میں ڈال دیا ہے۔“

سیدنا عمر ؓ کی نامزدگی

اس سچے واقعہ سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر ؓ نے اشارتاً سیدنا عمر ؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر ؓ جب زخمی ہوئے تو ان سے کہا گیا:

« أَلَا تَسْتَخْلِفُ؟ قَالَ إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ أَبُوْ بَكْرٍ، وَ إِنْ أَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ، رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [بخاري، كتاب الأحكام، باب الاستخلاف : ٧٢١٨]

”آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں منتخب کر دیتے؟“ تو آپ نے فرمایا: ”اگر میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہوں (تو اس کی بھی مثال ہے کہ) اس شخص نے اپنا خلیفہ منتخب کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی ابو بکر صدیق ؓ اور اگر میں اسے (مسلمانوں کی رائے پر) چھوڑتا ہوں تو (اس کی بھی مثال موجود ہے کہ) اس ہستی نے (خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کے لیے) چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی رسول اللہ ﷺ۔“

پرانے کپڑوں میں کفن کی وصیت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« لَمَّا حَضَرَ أَبِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ دَعَانِيْ، فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ! إِنِّيْ كُنْتُ أَعْطَيْتُكِ تَمْرَ خَيْبَرَ، وَلَمْ تَكُوْنِيْ أَخَذْتِيْهَا، وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ تَرُدِّيْهَا عَلَيَّ، قَالَتْ فَبَكَيْتُ، ثُمَّ قُلْتُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَتِ، وَاللّٰهِ! لَوْ كَانَ خَيْبَرُ ذَهَبًا جَمِيْعًا لَرَدَدْتُّهَا عَلَيْكَ، فَقَالَ هِيَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَا بُنَيَّةُ! إِنِّيْ كُنْتُ أَتْجَرَ قُرَيْشٍ وَأَكْثَرَهُمْ مَالًا، فَلَمَّا شَغَلَتْنِي الْإِمَارَةُ، رَأَيْتُ أَنْ أُصِيْبَ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ مَا شَغَلَنِيْ، يَا بُنَيَّةُ! هٰذِهِ الْعَبَاءَةُ الْقَطْوَانِيَّةُ وَحِلَابٌ، وَعَبْدٌ، فَإِذَا مُتُّ، فَأَسْرِعِيْ بِهِ إِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ، يَا بُنَيَّةُ! ثِيَابِيْ هٰذِهِ، فَكَفِّنُوْنِيْ بِهَا، قَالَتْ فَبَكَيْتُ، وَقُلْتُ يَا أَبَتِ، نَحْنُ مِنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ، وَهَلْ ذٰلِكَ إِلَّا لِلْمُهْلِ، قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ، بَعَثْتُ بِذٰلِكَ إِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَاكِ لَقَدْ أَحَبَّ أَنْ لَّا يَتْرُكَ لِقَائِلٍ مَقَالًا » [زيادات عبد الله في كتاب الزهد لأحمد ابن حنبل، ص: ١٠٩، ح: ٥٧٣، و إسناده صحيح]

”جب میرے والد محترم کا آخری وقت آیا، اللہ ان پر رحم فرمائے، تو انھوں نے مجھے بلا کر کہا: ”اے بیٹی! میں نے تجھے خیبر کی کھجوریں دی تھیں (اور اگر میں تجھے نہ دیتا تو) تو وہ نہیں لے سکتی تھی۔ اب میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو مجھے وہ کھجوریں لوٹا دے (کیا تو مجھے بخوشی لوٹا دے گی؟)“ تو عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ سن کر میں رونے لگی اور کہا: ”ابا جی! اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے، اللہ

> کی قسم! اگر سارا خیبر سونے کا ہوتا (اور میری ملکیت میں ہوتا) تو میں وہ بھی ضرور آپ کو لوٹا دیتی (یہ تو کھجوریں ہیں)۔" انھوں نے کہا: "اے بیٹی! یہ اللہ کی کتاب کی بنا پر ہے۔ اے بیٹی! میں تمام قریش میں سب سے بڑا تاجر تھا، سو اس کی وجہ سے میرے پاس مال بھی سب سے زیادہ تھا، لیکن جب امارت کے کاموں نے مجھے تجارت سے مشغول کر دیا تو میں نے بیت المال سے اس قدر مال لیا جس سے صبح و شام گزر جائے۔ اے بیٹی! (بیت المال کے مال میں سے) یہ قطوانی علاقہ کی ایک عدد چادر، دودھ دوہنے اور پینے کا ایک عدد پیالہ اور ایک غلام ہے، جب میں فوت ہو جاؤں تو اس مال کو جلدی جلدی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینا اور اے بیٹی! مجھے میرے انھی کپڑوں میں کفن دینا۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (یہ سن کر) میں رونے لگی اور کہا: "ابا جان! کیا ہم اتنا بھی نہ کر سکیں گے کہ آپ کو نیا کفن ہی پہنا دیں؟" تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے بیٹی! اللہ تجھے معاف کرے، کفن تو (نیا ہو یا پرانا یہ تو) پیپ اور خون کی نذر ہو جائے گا۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: "جب میرے والد محترم فوت ہو گئے تو یہ چیزیں میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیں تو انھوں نے کہا: "(ام المومنین!) اللہ تعالیٰ آپ کے والد پر رحم کرے، یقیناً وہ یہ چیز بہت پسند کرتے تھے کہ کسی اعتراض کرنے والے کو اعتراض کا کوئی موقع ہی فراہم نہ کریں۔"

اس صحیح واقعہ سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیت المال کے مال میں سے کچھ بھی نہیں تھا اور جو کچھ بقدر ضرورت تھا وہ بھی انھوں نے فوت ہونے سے پہلے بیت المال میں واپس کرنے کی وصیت کر دی تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« دَخَلْتُ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ فِيْ كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ، لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ، وَقَالَ لَهَا فِيْ أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالَتْ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ قَالَ أَرْجُوْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللَّيْلِ، فَنَظَرَ إِلٰى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيْهِ، بِهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ اغْسِلُوْا ثَوْبِيْ هٰذَا وَزِيْدُوْا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ، فَكَفِّنُوْنِيْ فِيْهِمَا، قُلْتُ إِنَّ هٰذَا خَلَقٌ، قَالَ إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيْدِ مِنَ الْمَيِّتِ، إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتّٰى أَمْسٰى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلَاثَاءِ، وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُّصْبِحَ » [بخاري، كتاب الجنائز، باب موت يوم الإثنين : ١٣٨٧]

’’میں (اپنے باپ) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس (ان کی مرض الموت میں) آئی تو انھوں نے پوچھا: ’’تم لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟‘‘ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ’’تین سفید سحول کے بنے ہوئے کپڑوں میں، ان میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔‘‘ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے مزید پوچھا: ’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس دن ہوئی تھی؟‘‘ تو انھوں نے جواب دیا: ’’پیر کے دن۔‘‘ پھر پوچھا: ’’آج کون سا دن ہے؟‘‘ انھوں نے کہا: ’’آج پیر کا دن ہے۔‘‘ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’پھر مجھے بھی امید ہے کہ اب سے رات تک میں بھی رخصت ہو جاؤں گا۔‘‘ اس کے بعد آپ نے اپنا کپڑا دیکھا جسے مرض کے دوران میں آپ رضی اللہ عنہ پہن رہے تھے، اس پر زعفران کا نشان لگا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور اس کے ساتھ دو کپڑے اور ملا لینا پھر مجھے انھی دو کپڑوں میں کفن

دینا۔" میں نے کہا: "یہ تو پرانا ہے۔" تو آپ رضی اللہ عنہ فرمایا: "زندہ آدمی نئے کا زیادہ مستحق ہے مردہ آدمی سے، یہ تو پیپ اور خون کی نذر ہو جائے گا۔" پھر منگل کی رات کا کچھ حصہ گزرنے پر آپ کا انتقال ہوا اور صبح ہونے سے پہلے آپ کو دفن کر دیا گیا۔"

تریسٹھ سال کی عمر میں وفات

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ، وَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ، وَعُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ » [مسلم، كتاب الفضائل، باب كم سن النبي ﷺ يوم قبض: ٢٣٤٨]

"جب رسول اللہ ﷺ کی روح اقدس قبض کی گئی تو آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی اور جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کی عمر بھی تریسٹھ (۶۳) سال تھی اور جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کی عمر بھی تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔"

مدت خلافت

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کے بارے میں سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَمْسِكْ عَلَيْكَ أَبَا بَكْرٍ سَنَتَيْنِ » [أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في الخلفاء: ٤٦٤٦، و إسناده حسن لذاته، حسنه الترمذي: ٢٢٢٦ و صححه ابن حبان: ٦٩٤٣]

"سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال شمار کرو۔"

ابوبکر ؓ اور صحابہ کے تعریفی کلمات

سیدنا علی ؓ

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں :

« إِنِّيْ لَوَاقِفٌ فِيْ قَوْمٍ ، فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، وَقَدْ وُضِعَ عَلٰى سَرِيْرِهِ ، إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِيْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلٰى مَنْكِبِيْ ، يَقُوْلُ رَحِمَكَ اللّٰهُ ، إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ ، لِأَنِّيْ كَثِيْرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُنْتُ وَ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ ، وَفَعَلْتُ وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ ، وَانْطَلَقْتُ وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا ، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ »

[بخاري ، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ ، باب : ٣٦٧٧]

”جب سیدنا عمر ؓ کا جسد اقدس چارپائی پر رکھا گیا تو میں بھی لوگوں میں موجود تھا اور وہ سیدنا عمر بن خطاب ؓ (کی مغفرت و بلندیٔ درجات) کے لیے دعائیں کر رہے تھے، اسی دوران میرے پیچھے سے ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی اور وہ (عمر ؓ کو مخاطب کر کے) یوں کہہ رہے تھے : ”(اے عمر!)

اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے، مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن کرائے گا، کیونکہ میں اکثر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا: ''میں اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) تھے۔'' کبھی فرماتے: ''میں نے اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) نے یہ کام کیا۔'' کبھی فرماتے: ''میں اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) گئے۔'' اس لیے مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو انھی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔'' میں نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِأَبِيْ بَكْرٍ أَحَدًا »

[بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان أبي عمرو القرشي رضي الله عنه : ٣٦٩٨]

''نبی کریم ﷺ کے عہد میں ہم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی (صحابی) کو قرار نہیں دیتے تھے۔''

سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ

ایک دفعہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوگئی تو سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کی قوم کے کچھ لوگوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ باتیں کہیں اور سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم خود تیرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتے ہیں۔ سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کی باتیں ناگوار گزریں اور انھوں نے ان سے کہا کہ کیا تم جانتے نہیں ہو:

« مَنْ هٰذَا؟ هٰذَا أَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ، وَهُوَ ثَانِيَ اثْنَيْنِ، هُوَ ذُوْ شَيْبَةِ

الْمُسْلِمِيْنَ فَإِيَّاكُمْ ، يَلْتَفِتُ فَيَرَاكُمْ تَنْصُرُوْنِيْ عَلَيْهِ ، فَيَغْضَبُ فَيَأْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَيَغْضَبُ لِغَضَبِهِ ، فَيَغْضَبُ اللّٰهُ لِغَضَبِهِمَا ، فَيُهْلَكُ رَبِيْعَةُ ›› [مسند أحمد : ٥٨/٤، ٥٩، ح : ١٦٦٩٣، و إسناده حسن لذاته۔ طبراني كبير: ٥٨/٥، ٥٩، ح : ٤٥٧٧، واللفظ له۔ تاريخ دمشق : ١١١/٣٠ تا ١١٤۔ مسند أبي داوٗد الطيالسي : ٢٢/٢، ٢٣، ح : ١٢٦٩، ١٢٧٠]

’’وہ کون ہیں؟ وہ تو ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہیں، وہ تو ثانی اثنین ہیں اور وہ تو مسلمانوں میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ (لہٰذا میری قوم کے لوگو!) تم سب اس بات سے بچ جاؤ، وہ تمھیں (میرے ساتھ) دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ تم میری مدد کر رہے ہو تو وہ غصے میں آ جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے (اور تمام صورت حال سے آگاہ کر دیں گے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے غصے ہونے کی وجہ سے غضب ناک ہو جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غضب ناک ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی غضب ناک ہو جائے گا، تو پھر ربیعہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔‘‘

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

‹‹ أَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ›› [ترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب أبي بكر الصديق رضي الله عنه واسمه …… الخ : ٣٦٥٦، و إسناده حسن لذاته]

’’ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ بہتر ہیں اور ہم سب میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہیں۔‘‘

یادداشت

دارالاندلس

4-لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37242314

مین یونیورسٹی روڈ بالمقابل سفاری پارک گلشن اقبال کراچی +92-21-34835502

010054645

NoonPrinters 0321-4107885 4503806